

اسلام کا نظام امن و سلامتی

تالیف ابو حمزہ عبدالحق صدیقی

مَدِينَةُ نَبِيِّكُمْ فِي الْأَرْضِ أَقْسَىٰ عَلَىٰ الْكُفْرَانِ وَاللَّاسِ الْيَقِينِ

www.KitaboSunnat.com



انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور

ترتیب، تخریج و اضافہ حافظ حامد محمد انصاری، تصحیح شیخ الحدیث عبدالمنان ناصر رحمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔



مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)



کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل



اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔



ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔



﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔



kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ مَاتَ مَسِيْرًا بَيْنَ يَدَيْهِ اَرْضٌ فِي الْاَرْضِ فَهِيَ لَهُ
الْحَقُّ حَقًّا وَكَنْ اَنْ يَمُوْتُ لَمْ يَمُوْتْ اِلَّا بِحَقِّ اَرْضٍ

اسلام کا نظام امن و سلامتی

ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

مَنْ فَنَسَا بَعْدَ رَفْسَا وَفَسَادًا فِي الْاَرْضِ وَكَلِمًا قَالَهَا نَسِيْبًا



www.KitaboSunnat.com

تفویض و تصانیف: حافظ حامد مودودی انصاری، تنظیم: ڈاکٹر عبداللہ ناصر رحمانی مدظلہ

انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور، 7357587



جملہ حقوق بحق

انصار السنۃ پبلیکیشنز

محفوظ ہیں

تالیف ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی
تفہیم شیخ الحدیث عبدالقدیر صاحب
تخریج و تصانیف حافظ حامد محمود انصاری

اسلام کا نظام امن و سلامتی

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی
ناشر: ابو موسیٰ منصور احمد

اسلامی اکادمی، افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217

TEL (718) 625-5925 FAX: (718) 625-1511

E-Mail: darussalamny@hotmail.com

Web Site: www.darussalamny.com

www.darussalamny.com

دارالسلام

فہرست مضامین

- 11 ----- ✦ تقریظ
- باب نمبر ۱: نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا
- پیغام امن و سلامتی
- 25 ----- ✦ فصل نمبر ۱ رسول اکرم ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں
- 25 ----- ✦ آپ ﷺ کا وجود ذریعہ امان ہے
- 26 ----- ✦ رسول اللہ ﷺ کی اہل ایمان پر رحمت
- 28 ----- ✦ اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 29 ----- ✦ بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 29 ----- ✦ مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 29 ----- ✦ خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 31 ----- ✦ کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت
- 34 ----- ✦ حیوانات اور جمادات پر آپ ﷺ کی رحمت
- 38 ----- ✦ فصل نمبر ۲ نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات
- 38 ----- ✦ نبی کریم ﷺ کا خلق عظیم
- 41 ----- ✦ ۱۔ حقوق و فرائض

- 42----- ۲۔ آداب
- 42----- ۳۔ فضائل اخلاق و برے اخلاق
- 42----- ✧ حقوق و فرائض ایک نظر میں
- 42----- ✧ آداب ایک نظر میں
- 43----- ✧ فضائل اخلاق ایک نظر میں
- 43----- ✧ برے اخلاق ایک نظر میں
- 45----- فصل نمبر ۳..... نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری
- 48----- ✧ نبی کریم ﷺ کا رعب و دبدبہ
- 51----- فصل نمبر ۴..... آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں
- 55----- فصل نمبر ۵..... نبی کریم ﷺ کی عالم گیر رسالت
- 59----- فصل نمبر ۶..... نبی کریم ﷺ کی بشارت تورات و انجیل میں بھی ہے
- 61----- ✧ توراہ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- 61----- ✧ انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- 66----- فصل نمبر ۷..... رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک
- 72----- فصل نمبر ۸..... نبی کریم ﷺ قیام امن کے لیے آئے تھے
- 72----- ✧ توحید کا صاف اور واضح عقیدہ
- 73----- ✧ وحدت انسانی کا تصور
- 74----- ✧ انسان کی شرافت و عظمت کا اعلان
- 76----- ✧ عورت کی حیثیت عرنی کی بحالی
- 79----- ✧ عورت انسان ہے
- 80----- ✧ حق ملکیت و تصرف
- 80----- ✧ حق وراثت

- 81 ----- ◇ معاشرتی قدر و منزلت اور وقار
- 82 ----- ◇ حق مہر
- 82 ----- ◇ شوہر کے انتخاب کا اختیار اور حق خلع
- 82 ----- ◇ حجاب
- 83 ----- ◇ دین و دنیا کا اجتماع
- 85 ----- ◇ حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ
- 86 ----- ◇ زنا
- 86 ----- ◇ قذف
- 87 ----- ◇ چوری
- 87 ----- ◇ رہزنی و قزاقی
- 87 ----- ◇ شراب نوشی
- 88 ----- ◇ قیام امن یا داخلی حکمت عملی
- 89 ----- ◇ خارجہ حکمت عملی
- 90 ----- ◇ نئی تبدیلی..... بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط
- 92 ----- ◇ موزوں وقت کا انتخاب
- 92 ----- ◇ مہر کا استعمال
- 93 ----- ◇ مکتوبات نبوی ﷺ کی خصوصیات
- 94 ----- ◇ سفیروں کا انتخاب
- 95 ----- ◇ ۱۔ قیصر شاہ روم کے نام خط
- 102 ----- ◇ ۲۔ شاہ فارس خسرو پرویز کے نام خط
- 106 ----- ◇ ۳۔ نجاشی شاہ حبش کے نام خط
- 110 ----- ◇ ۴۔ مقوقس شاہ مصر کے نام خط

- 114 ----- ۵۔ منذر بن ساویٰ کے نام خط
- 117 ----- ✧ نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی
- 118 ----- ✧ نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار
- 120 ----- ✧ آمن پسند ”مہذبوں“ کی آمن پسندی
- 124 ----- فصل نمبر ۹..... پیغمبر امن ﷺ کا مقام غیر مسلم محققین کی نظر میں
- 124 ----- ۱۔ لین پول
- 124 ----- ۲۔ کاؤنٹ ٹالسٹائی
- 124 ----- ۳۔ نیولین بونا پاٹ
- 125 ----- ۴۔ جارج برنارڈ شاہ
- 125 ----- ۵۔ جی بکنز
- 126 ----- ۶۔ انیم ایم واٹ
- 126 ----- ۷۔ مسٹر سیل
- 127 ----- ۸۔ مورخ ولیم ڈاؤ
- 127 ----- ۹۔ ریورنڈ آرمیکوئیل
- 127 ----- ۱۰۔ پروفیسر باسور اسمتھ
- 128 ----- ۱۱۔ اسٹینے لین پول
- 128 ----- ۱۲۔ کارلائل
- 130 ----- ۱۳۔ لارڈ ہائیڈلی
- 130 ----- ۱۴۔ مائیکل ہارٹ
- 131 ----- ۱۵۔ ڈاکٹر گریبیہ
- 132 ----- ۱۶۔ ریڈیہ کینو
- 132 ----- ۱۷۔ الفولس ڈینیا

- 133 ----- ۱۸۔ ٹولسٹ دی۔
 134 ----- ۱۹۔ مہاتما گاندھی۔
 134 ----- ۲۰۔ دلورام کوشری۔
 134 ----- ۲۱۔ ہری چند اختر۔

باب نمبر ۲..... اسلام کا نظام امن و سلامتی

- 136 ----- ✦ اسلام دین امن و سلامتی۔
 137 ----- ✦ اسلام صرف اور صرف اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔
 139 ----- ✦ معبود واحد اپنے پرستاروں سے محبت کرتا ہے۔
 140 ----- ✦ معبود واحد تمام مخلوقات پر اپنا فضل فرماتا ہے تو وہ امن میں رہتے ہیں۔
 140 ----- ✦ اللہ رحمن ہے، مخلوقات پر رحمتیں برساتا ہے۔
 143 ----- ✦ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
 144 ----- ✦ اللہ تعالیٰ ظلم و ستم کو پسند نہیں فرماتا۔
 146 ----- ✦ اللہ تعالیٰ فتنہ پرور اور فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔
 148 ----- ✦ دین اسلام میں کوئی جبر نہیں۔
 149 ----- ✦ مومن کی عزت و حرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے۔
 150 ----- ✦ مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی ممنوع ہے۔
 151 ----- ✦ کلمہ گو کا قتل بہت بڑا جرم ہے۔
 152 ----- ✦ دہشت گردوں کی معاونت بھی منع ہے۔
 153 ----- ✦ مساجد میں دہشت گردی کرنے والے سب سے بڑے ظالم۔
 154 ----- ✦ ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بھی بڑا گناہ ہے۔
 155 ----- ✦ انسانی جان کا قتل بہت بڑا گناہ بلکہ کفر ہے۔

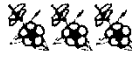
- 163 ----- ✦ مسلمان کا قتل کفریہ فعل ہے
- 164 ----- ✦ قتل و غارت تمام جرائم سے بڑا جرم ہے
- 165 ----- ✦ مسلمانوں کو بم دھماکوں سے جلانے والے جہنمی ہیں
- 166 ----- ✦ مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی
- 167 ----- ✦ مسلمان کو اذیت دینے والے کے لیے عذاب جہنم
- 168 ----- ✦ غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے
- 169 ----- ✦ غیر مسلم مذہبی پادریوں کے قتل کی ممانعت
- 170 ----- ✦ مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے
- 171 ----- ✦ غیر مسلم پر ظلم کی ممانعت
- 172 ----- ✦ غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر اسلامی حد نافذ ہوگی
- 173 ----- ✦ مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان
- 174 ----- ✦ غیر مسلم شہریوں کا اندرونی جارحیت سے حفاظت
- 174 ----- ✦ غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے تحفظ
- 177 ----- ✦ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت
- 178 ----- ✦ غیر مسلموں کے معبودوں کو برا مت کہو
- 178 ----- ✦ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے
- 181 ----- ✦ مسلم علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسامحہ کرنے کی ممانعت
- 181 ----- ✦ غیر مسلم لوگوں کو آگ میں جلانے کی ممانعت
- 182 ----- ✦ غیر مسلم لوگوں کے گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرنا ممنوع ہے
- 182 ----- ✦ دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت
- 184 ----- ✦ خلفائے راشدین کے ادوار میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ
- 185 ----- ✦ عہد فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

- 187 ----- ◇ عبد عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
- 187 ----- ◇ عبد علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت
- 188 ----- ◇ عبد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت

باب نمبر ۳..... دہشت گردی کی مذمت پر ائمہ ہدلی کے فتاویٰ

- 190 ----- ◇ اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے
- 192 ----- ◇ مذہبی اختلاف کی بنا پر غیر مسلم کی جان و مال کو تلف کرنا منع ہے
- 193 ----- ◇ مسلح بغاوت سنگین جرم ہے
- 194 ----- ◇ بغاوت پر اکسانے اور فساد انگیز کارروائیاں کرنے والوں کے لیے عذابِ جہنم کی وعید
- 197 ----- ◇ مسلم سوسائٹی کے خلاف مسلح گروہ بندی کی مذمت
- 198 ----- ◇ دہشت گردوں سے قتال پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 199 ----- ◇ امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 200 ----- ◇ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 201 ----- ◇ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا عمل اور فتویٰ
- 203 ----- ◇ امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 203 ----- ◇ امام طحاوی الحنفی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 205 ----- ◇ امام ماوردی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 206 ----- ◇ علامہ ابن قدامہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 206 ----- ◇ امام نووی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 208 ----- ◇ علامہ ناصر الدین البانی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 209 ----- ◇ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

- 212 ----- شیخ صالح الفوزان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ◇
- 214 ----- سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ◇
- 217 ----- مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ حج کے موقعہ پر فتویٰ ◇
- 219 ----- خلاصہ بحث ◇



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ
لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء: ۱)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۙ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

(الاحزاب: ۷۰-۷۱)

فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ، وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل مبعوث کیے، اس سلسلہ کی
آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

”اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت انبیاء گزر چکے ہیں۔“

سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۴۰)

”محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالذِّكْرِ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَهُدُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَأُودَ وَذُرِّيَّاتِهِمْ﴾ (النساء: ۱۶۳)

”بے شک ہم نے آپ پر وحی اتاری ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اتاری تھی، اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان پچیس انبیاء کے نام ذکر کیے ہیں، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیے ہیں، اکثر و بیشتر انبیاء کے نام معلوم نہیں ہیں۔ ایک حدیث میں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے۔ ابن حبان نے اپنی کتاب ”النصیح“ میں اسے روایت کیا ہے۔^①

جناب آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آخر الزماں پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اور جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان سب کا ایک ہی پیغام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے:

﴿وَمَا أَسْأَلُكَ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

① تفسیر الرحمن، ص: ۱۰۵

﴿فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

”اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔“
سورۃ الزخرف میں ارشاد فرمایا:

﴿وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ﴾ (الزخرف: ۴۵)

”اور آپ ہمارے اُن رسولوں سے پوچھ لیجئے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے رحمن کے علاوہ دوسرے معبود بتائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔“

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ النحل میں یوں الفاظ بیان فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

(النحل: ۳۶)

”اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔“

اللہ تعالیٰ نے امتِ اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان فرمایا کہ انہیں محمد عربی علیہ السلام جیسا رسول اور ایک مکمل دین عطا کیا، انہیں اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی۔

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف ہمد تن متوجہ رہتے اور جو حکم

صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے خوشی محسوس کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَتَيْنَا عَلَيْهِم آيَاتِنَا فَرَأَوْهُم بِالْآيَاتِنَا كَكُوا﴾ (الانفال: ۲)

”جب ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔“

نبی کریم ﷺ ان کی تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے اور انہیں محبت و بھائی چارگی، مجد و شرف اور عبادت و اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

(الجمعة: ۲)

”اُسی نے اُمیوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور انہیں (کفر و شرک کی آلائشوں سے) پاک کرتے ہیں، اور انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ اُن کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت انسانیت کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالت سخت اضطراب و انتشار اور انتہائی زوال و انحطاط کا شکار تھی۔ انسان، مالک اور غلام یا حاکم و محکوم کے دو طبقوں میں بنا ہوا تھا۔ تمام کے تمام تر فوائد حکام اور سربراہوں کو حاصل تھے اور تمام بوجھ غلاموں اور محکوموں کے سر تھا۔ بالفاظ دیگر رعایا حقیقت کے اندر ایک حرث اور کھیتی تھی جو حکومت وقت اور اپنے آقاؤں کے لیے محاصل اور آمدنی فراہم کرتی تھی اور حکومتیں اور ان کے آقا اور سربراہ اسے نفسانی لذتوں، شہوتوں، عیش رانی اور ظلم و ستم کے لیے استعمال کرتے تھے اور ان پر ہر طرف سے ظلم و ستم کی طوفانی بارشیں ہو رہی تھیں۔ مگر وہ حرف شکایت زبان پر نہ لاسکتے تھے۔ بلکہ از حد ضروری اور لازم تھا کہ طرح طرح کی ذلت و رسوائی اور ظلم و چیرہ دستی

برداشت کریں اور زبان بند رکھیں، کیونکہ جبر و استبداد کی حکمرانی تھی اور انسانی حقوق نام کی کسی چیز کا کہیں کوئی وجود تو کیا تصور تک نہ تھا۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی، جس میں ہر قبیلے کے افراد بہر صورت اپنے اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ کسی شاعر نے ان حالات کی عکاسی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

وَمَا أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِيَّةٍ إِنْ غَوَتْ
غَوَيْتُ، وَإِنْ تَرَشَّدَ غَزِيَّةٌ أَرَشُدُ

”میں تو قبیلہ غزویہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ غلط راہ پر چلیں گے تو میں بھی اسی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راہ پر چلیں گے تو میں بھی صحیح راہ پر چلوں گا۔“

”یوسف ذونواس یہودی یمن کا حاکم ہوا تو اس نے یہودیت کے جوش میں نجران کے عیسائیوں پر ہلہ بول دیا اور انہیں مجبور کیا کہ یہودیت قبول کر لیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر ذونواس نے خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوا کر بوڑھے، بچے، مرد، عورت سب کو بلا تمیز آگ کے الاؤ میں جھونک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حادثے کا شکار ہونے والوں کی تعداد بیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ یہ اکتوبر ۵۲۳ء کا واقعہ ہے۔ قرآن مجید نے سورہ بروج میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔“^①

ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی اخلاقیات بلند کیں، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ))^②

① ابن ہشام: ۱/۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۷، ۳۱، ۳۵، ۳۶۔ نیز ملاحظہ فرمائیے کتب تفسیر، تفسیر سورہ بروج۔

② مسند احمد: ۲/۳۸۱، رقم: ۵۹۵۲۔ مؤطا امام مالک، کتاب حسن العلق، رقم: ۷۔ شیخ شعیب نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

”مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک

پہنچاؤں۔“

آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حقوق میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) حقوق و فرائض

(۲) آداب

(۳) مکارم اخلاق و رذائل اخلاق

آپ ﷺ چونکہ خود بھی ایسی معنوی اور ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجدد و فضائل، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سے متصف تھے کہ دل خود بخود آپ ﷺ کی جانب کھینچے چلے جاتے تھے اور جانیں فدا ہوا چاہتی تھیں۔

﴿فِيمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۗ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْقَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٥٩﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

”آپ محض اللہ کی رحمت سے ان لوگوں کے لیے نرم ہوئے ہیں، اور اگر آپ ٹرٹس مزاج اور سنگ دل ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، پس آپ انہیں معاف کر دیجیے، اور ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے، اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے، پس جب آپ پختہ ارادہ کر لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے، اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔“

اس طرح آپ ﷺ کی بدولت ایک ایسا معاشرہ تشکیل پایا جو تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اُس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکالا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا۔

اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند و بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا مقابلہ کر کے اس کا رخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی بقا کے لیے سب سے پہلے جان، مال، عزت، خاندان کے تحفظ کا حق اور اجتماعی طور پر پورے انسانی معاشروں کے تحفظ کے حقوق کا نہ صرف رسمی اعلان کیا بلکہ یقینی طور پر اس کے عمل نفاذ کی ضمانت فراہم کر کے جبر و استبداد اور استحصال طرز زندگی کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا)) ❶

”یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو (تاقیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔“

مدینہ منورہ میں قیام امن و امان کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ایک تابناک کارنامہ سرانجام دیا جسے ”مواخات“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غم خوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ

الْمُهَاجِرِينَ﴾ (الاحزاب: ۶)

❶ صحیح بخاری: ۱/۲۳۴۔ صحیح مسلم: ۱/۳۹۴۔ ۴۰۰۔

”اور اللہ کی کتاب میں مومنین و مہاجرین رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“

تو انصار و مہاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ یوں مہاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، وطنی اخوت اور رشتہ و قرابت داری کی اخوت کی بنا پر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے جبکہ مہاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔^❶

اس مواخات کا اصل مقصود قیام امن و امان تھا۔ غزالی نے لکھا ہے:

”یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیت و غیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی و پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمانہ قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارک باد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو۔ بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایک اور غم گساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پر کر دیا۔^❷

ایسے ہی ایک اور عہد و پیمانہ کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی اور قبائلی کشمکش کی جدار منہدم کر دی، اور دور جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے بالکل بھی گنجائش نہ چھوڑی۔ یہ دُنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس نے مختلف مذاہب کے قبائل اور جماعتوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لیے متحد کر دیا، اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن و سکون اور تعمیر و ترقی کی راہ پر لگانے کا ذکر ہے، کوئی

❶ زاد المعاد: ۵۶/۲

❷ فقه السیاح: ۱۴۰-۱۴۱

مقتن ریفارم اس طرح کا نقشہ حقوق پیش نہیں کر سکتا۔

الغرض آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی تو چند سال کے اندر اندر سارے عرب میں امن کی ایسی فضا قائم ہو گئی کہ ایک یہودج نشین عورت بھی تن تنہا کسی خوف و خطرے کے بغیر سینکڑوں میل کا سفر طے کر سکتی تھی۔ جہاں آپ ﷺ نے حدود اللہ کو سختی سے نافذ فرمایا وہاں اپنے موعظہ حسنہ سے اہل اسلام کو اتحاد و اخوت کی نہایت مستحکم لڑی میں پرو دیا۔ ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا اور ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی اور اُس کی عزت و آبرو کا محافظ بنا دیا۔

مشرکین مکہ نے نہ صرف دعوت حق کی زبردست مخالفت کی تھی بلکہ اہل حق کو وطن عزیز سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بار بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہی سبب تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دشمن اور مُعاند قوم کی حیثیت دی اور ان سے قتال روا رکھا۔ لیکن ۶ھ میں جب انہوں نے مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ ﷺ نے بھی اس سے انکار نہیں فرمایا اور یوں صلح نامہ حدیبیہ معرض وجود میں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مشرکین نے صلح نامہ کی پابندی نہ کی اور رسول اللہ ﷺ کو انہیں مطیع کرنے کے لیے طاقت استعمال کرنی پڑی، تاہم جب وہ مغلوب ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سب کو معاف کر دیا اور اُن سے ایسا حسن سلوک کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں (یہود و نصاری) سے امن و صلح اور باہمی تعاون کے معاہدے کیے۔ ساتھ ہی متعدد قبائل سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ اس کا مقصد طاقت کے بل بوتے پر غلبہ یا آس پاس کے علاقوں پر قبضہ جمانا نہ تھا بلکہ ایک پُر امن معاشرہ قائم کرنا تھا جس کے تمام افراد ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے کے پابند ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو خارجہ حکمت عملی اختیار فرمائی وہ بے نظیر تدبیر و فراست اور آئین جہانبانی کی آئینہ دار تھی۔

۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ حقوق

اللہ اور حقوق العباد کے دائمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عظیم الشان خطبے کی چند شقیں ملاحظہ ہوں:

✽ اگر تم کتاب اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے۔

✽ کسی سے نا انصافی مت کرو۔

✽ کسی عرب کو عجمی پر، کسی عجمی کو عرب پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے بجز تقویٰ کے۔

✽ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں اور تم سب ایک امت ہو۔

الغرض رسول اللہ ﷺ نے قیام امن و سلامتی کے لیے بیش قیمت اصول مرتب فرمائے اور اپنے قول و فعل سے عدل و انصاف کے وہ تابناک شمعیں جلائیں جن کی بدولت نہ صرف عہد نبوی میں ظلم و استبداد کی ظلمتیں محو ہوئیں بلکہ ان کی روشنی آج تک بنی نوع انسانی کے لیے مشعل راہ ہے اور تارو ز قیامت نسل انسانی اس سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحديد: ۲۵)

”ہم نے اپنے رسول بھیجے صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ اور ان

کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

رومانیہ کا مشہور غیر مسلم ادیب و سیرت نگار گونسٹن ویزریل جارج ”خطبہ حجۃ الوداع“

کی جامعیت اور تاثیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جب ہم یہ خطبہ پڑھتے ہیں تو باوجودیکہ ہم یورپی ہیں اور پیغمبر امن (ﷺ)

کی آواز ہم نے نہیں سنی، اور نہ ہم اس مقام پر اس مجمع میں موجود تھے پھر بھی

اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلام میں اس خطبہ کا بہت اثر رہا ہے اور

آج بھی ہے۔“^①

① محمد رسول اللہ ﷺ از گونسٹن ویزریل جارج، ص: ۴۲۴۔

آج اسلام، اسلامی دُنیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو انسانی حقوق، امن و امان اور مساوات کے حوالے سے ہدفِ تنقید بنانے والے درحقیقت تاریخی صداقت اور ناقابلِ تردید ابدی حقیقت کو جھٹلا کر انسانیت کے خلاف اپنے سیاہ کارناموں اور تاریخِ مظالم کے سفاکانہ جرائم سے توجہ ہٹا کر اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے چشم پوشی اور بغاوت کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ ان تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ہم نے پھر رنگ و نسل، قوم و وطن، زبان و لباس وغیرہ کے بودے حلقوں میں مقید ہو کر یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم محفوظ ہو گئے۔ ہر ایک، قوم کی تعریف اپنے مزاج و مفاد کے مطابق وضع کر رہا ہے۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم کا ایک سلسلہ چل نکلا ہے جو رکنے کا نام نہیں لیتا۔ ہماری اجتماعیت اور قوت پارہ پارہ ہوتی جا رہی ہے، سوچ محدود ہوتی جا رہی ہے جس نے پوری قوم کو مفاد پرستی کے مہلک مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم داخلی طور خوش اور پُر امن ہیں اور نہ خارجی دُنیا میں ہمارا کوئی مقام اور وزن ہے، ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ أَجَلْ ذٰلِكَ ۗ كَتَبْنَا عَلٰی بَنِي إِسْرٰءِیْلَ اَنْتُمْ مِّنْ قَتْلِ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ

اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَانَتْ مَّا قَتَلْتُمُ النَّاسَ جَمِیْعًا ۗ﴾ (المائدہ: ۳۲)

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو، تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو (ناحق قتل ہونے سے) بچائے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان بچائی۔“

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایک ایسے انسان کو قتل کیا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔ ❶

❶ تفسیر طبری: ۶/۲۷۵، ۲۷۶.

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حلال سمجھا اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حلال سمجھا اور جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حرام سمجھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حرام سمجھا۔^①

اعمش وغیرہ نے ابوصالح سے اور انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس دن حاضر ہوا جب آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا تو میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو ہریرہ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کو، پھر ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں؟ میں نے عرض کی: جی نہیں۔ فرمایا: اگر آپ نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، لہذا آپ چلے جائیں، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب دے گا اور آپ کو کوئی گناہ نہیں ہوگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر واپس آ گیا اور میں نے کسی سے کوئی لڑائی نہیں کی۔^②

علی بن ابوظحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بات ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ کے مطابق تھی۔ زندگی کے موجب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایسے انسان کو قتل نہ کرے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو، اس لیے اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگانی بخشی، یعنی جو اس کے قتل کو حرام سمجھے مگر یہ کہ اسے قتل کرنا حق ہو تو اس سے تمام تر انسان محفوظ رہے۔^③

مسلمان کا قتل تو کجا، معاہدہ کے قتل کے بارے میں بھی ممانعت، زجر و توبیخ اور وعید وارد ہوئی ہے، معاہدہ سے مراد وہ شخص ہے جو اہل حرب میں سے ہو مگر وہ مسلمانوں سے امن طلب

① تفسیر طبری: ۶/۲۷۵، ۲۷۶

② الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/۷۰۔ الدر المنثور: ۲/۹۰

③ سیر الطبری: ۱: ۲۷۰

کر لے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کو بیان کیا ہے:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرِهِ أَرْبَعِينَ عَامًا))^①

”جس شخص نے معاہدہ کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، اور یقیناً اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ))^②

”یہودی، عیسائی اور ہر معاہدہ کی دیت ایک مسلمان کی طرح کی دیت ہے۔“

قارئین کرام! وہ عظیم الشان قلعہ جو ہماری حفاظت کا ضامن تھا اور جس کے بنیادی پتھر عقیدہ، اخوت، ایثار تھے، اُسے ہم نے اپنے ہی ہاتھوں مسمار کر ڈالا۔ ان کٹھن حالات میں اگر ہمیں اپنی بقا اور سلامتی مطلوب ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی سبق اور درس پر عمل کرنا ہوگا جس نے ہم بکھرے ہوؤں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ یہی سبق ہماری بلکہ ہر کسی کی عظمتِ رفتہ کا باعث بنا تھا اور اسی کے ذریعے ہم موجودہ دہشت گردی، قتل و غارت، ذلت و پستی کی دلدل اور درندگی کی صفات سے بری ہو سکتے ہیں۔

عقیدہ تو حید صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرائیوں کی ہی ضمانت نہیں، بلکہ دنیا کی فلاح، سعادت و سیادت، غلبہ و حکمرانی اور استحکام معیشت کا علمبردار ہے۔ فلاح کا یہ پروگرام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر دی گئی اپنی پہلی دعوت جو صرف عقیدہ تو حید کے اپنانے پر مشتمل تھی میں پیش فرما دیا تھا۔ ((قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِيحًا)) اس کے علاوہ آیتِ استخلاف، اور سورہ قریش وغیرہ کا مضمون بھی اسی حقیقت پر شاہدِ عدل ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب الحجریۃ، رقم: ۳۱۶۶۔

② مصنف عبدالرزاق: ۹۸۰۹۷/۱۰۔

الغرض عقیدہ توحید دونوں جہانوں کی سعادتوں کا سرچشمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں کی بھلائی، بہتری اور خیر خواہی کا فیصلہ فرماتے ہوئے، توحید کو ان کا مقصد تخلیق قرار دیا، اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں توحید کو ((حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی الْعِبَادِ)) ”اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق“ قرار دیا گیا ہے۔

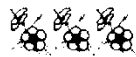
کتاب ہذا ”اسلام کا نظام امن و سلامتی“ میں ہمارے بھائیوں جناب ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی اور فضیلۃ الشیخ حافظ حامد محمود الخضری نے اسی چیز کو اجاگر کیا ہے، کتاب کا مواد انتہائی سنجیدہ ثقاہت کی کسوٹی پر پرکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کو نوع انسانی کے لیے امن و سلامتی اور اطمینان و سکون کی تلاش کا باعث بنائے بلکہ اسے ایسا کوثر جاری بنائے کہ جس کے ماءِ بارد سے انسانیت کو ایسی توانائیاں ملیں کہ پینے والے نہ صرف وقتی طور پر سیراب ہوں بلکہ صدیوں تک آنے والوں کے جگر کی گرمی اور پیاس کی آتش بجھ جائے۔ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و سلم .

و کتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست ادارہ: انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور



نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا پیغام امن و سلامتی

فصل نمبر ۱

رسول اکرم ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں:
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

”اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا، اس نے گویا اس رحمت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر یہ ادا کیا، نتیجہً دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہوگا اور چونکہ آپ کی رسالت پورے جہان کیلئے ہے، اس لیے آپ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔“

آپ ﷺ کا وجود ذریعہ امان ہے:

رسول اللہ ﷺ باعث رحمت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ

السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بَعْدَ آيِ أَلَيْنِهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ - وَمَا

كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبًا لَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الانفال : ۳۲، ۳۳)

”اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔“

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے مجھ پر دو ’امان‘ نازل کیے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الانفال: ۳۳)

”کہ جب تک آپ ان کے درمیان ہوں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا، اور جب تک وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔“

جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا ذریعہ امان ’استغفار‘ قیامت تک باقی رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی اہل ایمان پر رحمت:

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

”تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری نقصان والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ پر ہر وہ بات شاق گذرتی ہے جس سے امت مسلمہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

آپ کی تیسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم میں نہ ڈال دی جائے، اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اس امت کی رہنمائی کر دیں۔

اور چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تاکہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۶۰۰)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحِمَةٌ مُّهْدَاةٌ)) ❶

”اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفہ رحمت ہوں۔“

اہل ایمان پر آپ ﷺ کی رحمت کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے گا۔ کہ امت کی سہولت کے لیے دوران سفر رسول اکرم ﷺ نے قصر نماز ادا کرنے اور دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَيَّ رَكَعَتَيْنِ.)) ❷

”میں آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں، دوران سفر آپ دو رکعتوں سے زیادہ نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔“

امت کی سہولت کے لیے دوران سفر آپ ﷺ نے روزہ چھوڑنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حمزہ بن عمرو سلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ۴۹۰۔ مہ تدرک حاکم: ۳۵/۱۔ طبرانی صغیر: ۵۱/۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التقصیر، رقم: ۱۱۰۲۔

((أَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَافْطِرِ.))^❶

”کیا میں سفر میں (فرض) روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو رکھو، چاہو تو نہ رکھو۔“

اہل ایمان پر رحمت اور ان کی مغفرت کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی مستجاب دعا محفوظ فرما رکھی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعْجَلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ. وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا.))^❷

”ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے، تمام انبیاء نے جلدی کی اور وہ دعا (دنیا میں ہی) مانگ لی، جبکہ میں نے وہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے۔ اور میری دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس آدمی کو فائدہ دے گی جس نے مرتے دم تک کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا۔“

اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں کی نسبت اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرٌ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبِكُمْ فَدَعُوهُ.))^❸

❶ صحیح بخاری، باب الصوم فی السفر والإفطار، رقم: ۱۹۴۳.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۳۳۸.

❸ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۹۵۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۸۵.

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہو، اور میں تم سب میں سے اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کی بری باتیں کرنا چھوڑ دو۔“

بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر بچوں سے محبت اور شفقت فرمانے والے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ سارے لوگوں سے بڑھ کر بچوں اور گھر والیوں پر رحم فرمانے والے تھے۔“^①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اکرم ﷺ انصار سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرتے۔“^②

مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت:

ضعیف اور کمزور لوگوں سے ملنے اور مریضوں کی عیادت فرمانے کے لیے آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے۔ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ضعفاء کے ہاں خود تشریف لے جاتے، ان سے ملاقات فرماتے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔^③

خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے اپنے خدمت گزاروں اور غلاموں سے کبھی مواخذہ نہیں کیا، کبھی سختی فرمائی نہ کبھی برا بھلا کہا اور نہ ہی کسی بات کا برا منایا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز

① صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۴۶۷۳۔

② سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۲۱۱۲۔

③ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۲۱۱۲۔

آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا تو میں نے (ذائقاً) کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہی تھا کہ جس بات کا آپ نے حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ میں باہر نکلا تو میرا گزر کچھ لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں نے بھی کھیلنا شروع کر دیا) اچانک رسول اللہ ﷺ نے پیچھے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (بیار سے) ارشاد فرمایا: انیس! (انس کی تصغیر) میں نے تمہیں جس کام کے لیے بھیجا تھا ادھر گئے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بس ابھی جاتا ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے آپ کی مسلسل نو سال خدمت کی، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کوئی کام نہ کیا ہو تو آپ نے پوچھا ہو کہ کیوں نہیں کیا اور اگر کہا ہو تو آپ ﷺ نے پوچھا ہو، کیوں کیا ہے؟^①

آپ ﷺ اپنے خدمت گزاروں سے دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ (کبھی) مخاطب کر کے کہتے ”يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ“ اے دوکانوں والے!^②

آپ ﷺ نے اپنے خدام کی غلطیوں سے روزانہ ستر (۷۰) مرتبہ درگزر کرنے کا حکم دیا، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے نوکر کو (دن میں) کتنی مرتبہ معاف کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی نے دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے نوکر کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً“ ”ہر روز ستر مرتبہ۔“^③

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، رقم: ۲۳۱۰۔

② سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۰۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۰۷۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، رقم: ۱۹۴۹۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۴۸۸۔

کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ادْعُ عَلَيَّ الْمُشْرِكِينَ، قَالَ: إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لِعَانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.)) ❶

” (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بدعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔“

ایک روایت میں ہے:

”سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حذیفہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو، تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں، تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں! البتہ میں چونکہ ”رحمة للعالمین“ ہوں، تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی (قیامت کے روز) ان لوگوں کے لیے موجب رحمت بنا دے۔“ ❷

ایک دوسری روایت میں ہے:

”ابو جہل نے کہا، اے قریشیو! محمد یثرب میں چلا گیا ہے۔ اپنے طلائیے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے، وہ خار کھائے ہوئے ہے، کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ! اس کے

❶ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۰۷۔

❷ مسند احمد: ۴۳۷/۵۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنة، رقم: ۵۶۵۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

جا دوگر بے مثال ہیں، میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ”اوس“ اور ”خزرج“ ہمارے دشمن ہیں، اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔

اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے، ابوالحکم سنو! تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے، میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا، اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ دو، تمہیں چاہیے کہ تم اس سے بالکل الگ تھلک رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیے۔ یاد رکھو! اگر اس کے طرف دار تم پر غالب آگئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے، ودرشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ، میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد (ﷺ) کو نکال دیں، اور وہ بیک بنی دو گوش تن تہارہ جائے، یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا، اور انہیں ناکوں پنے چہوا دوں گا۔ جب حضور ﷺ کو ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں، میرا بھیجنے والا اللہ ہے۔ وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔“^۱

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہی کے ذریعہ سے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو میز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے۔ جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کے اصول اور ڈھنگ سیکھے۔ پھر اس راہ پر

۱ تفسیر ابن کثیر: ۴۸۷/۳

چلنے سے انسان کی اخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔

جہاں والوں کے لیے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو زندگی بھر تکلیفیں سہہ سہہ کر حکمِ الہی خالص توحید کی دعوت دیتے رہے، اور ایک موحد کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اسے آخرت میں ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی وضاحت کرتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کی روشنی ارد گرد پھیل گئی تو کیڑے اور پتنگے اس آگ میں گرنے لگے۔ اب وہ شخص انہیں آگ سے دور ہٹانے لگا (تا کہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ مانتے ہی نہیں اور اسی آگ میں گھتے، گرتے اور مرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کھینچتا ہوں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ۔ لیکن تم لوگ ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اس میں گرے جا رہے ہو۔“^①

رہی بات کفار کی کہ آپ ﷺ کفار کے لیے کیسے رحمت تھے۔ اس کے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”ابن جریر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے، اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔“^②

② تفسیر ابن کثیر: ۳ / ۴۸۷۔

① تفسیر تیسیر القرآن: ۱۳۳ / ۳۔

حیوانات اور جمادات پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے جانور کے چہرہ پر داغ لگانے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَمَا بَلَّغْتُكُمْ آتِي لَعْنَتٌ مِّنْ وَسْمِ الْبَيْهِيْمَةِ فِيْ وَجْهِيْهَا أَوْ ضَرْبَهَا فِيْ وَجْهِيْهَا، فَتَهَيَّ عَنْ ذَلِكَ.))^❶

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانور کے چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا۔“

رسول کریم ﷺ چیونٹیوں کے بل کے پاس سے گزرے، جسے آگ سے جلایا گیا تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ))^❷

”آگ کی سزا تو آگ کا مالک ہی دے سکتا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”زمین والوں پر رحم کرو آسمان والاتم پر رحم کرے گا۔“^❸

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“^❹

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ ایک مرتبہ سفر میں ایک جگہ اترے، ایک

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۶۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، رقم: ۵۲۶۸۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

❸ معجم صغیر للطبرانی، ص: ۶۷۴۔ صحیح الجامع، رقم: ۸۹۶۔

❹ معجم صغیر للطبرانی، ص: ۶۱۵۔ صحیح بخاری، رقم: ۶۰۱۳۔

پرنده (سرخاب) آ کر آپ کے سر مبارک کے اوپر پھڑ پھڑانے لگا، گویا وہ آپ کی پناہ میں رو کر شکوہ کر رہا تھا کہ ایک آدمی نے اس کے انڈے لے کر اس پر ظلم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيْكُم فَجَعَ هَذِهِ بَيْنَ صَتَيْهَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا

أَخَذْتُ بَيْنَ صَتَيْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ رُدُّوَهَا رَحْمَةً لَهَا)) ❶

”کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک شخص نے عرض

کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے انڈے لیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: اس پر رحم کرو اس کے انڈے واپس کرو۔“

نبی معظم ﷺ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل

ہوئی، اس نے بلی کو باندھا اور اسے نہ کھلایا، اور نہ پلایا، اور نہ ہی اسے قید سے چھوڑا کہ زمین

کے جانور شکار کر کے کھاتی یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ ❷

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ

بِجَهَازِهِ، فَأَخْرَجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا، فَأَحْرَقَ بِالنَّارِ

فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ، فَهَلَا نَمْلَةٌ وَاحِدَةً؟)) ❸

”ایک مرتبہ ایک نبی کسی درخت کے نیچے ٹھہرے، ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا اس

پر انہوں نے اپنا سامان وہاں سے اٹھوایا، پھر آگ منگوا کر ساری چیونٹیاں جلادیں،

اس پر ان کی طرف وحی کی گئی کہ کیوں نہ ایک ہی قصور وار چیونٹی کو مارا ہوتا۔“

جانوروں پر رحمت کے مختلف انداز تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❶ صحیح الادب المفرد باب اخذ البيض من الحجرة، رقم الحديث: ۳۸۲.

❷ صحیح بخاری، رقم: ۳۳۱۸.

❸ صحیح بخاری، رقم: ۳۳۱۹.

”جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے اور اس سے انسان اور جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔“^①

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دو باتیں رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھے انداز سے قتل کرو، اور جب جانور ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔“^②

جانوروں پر رحمت کا یہ بھی انداز ہے کہ موذی جاندار کو مارنے کا حکم صادر فرمایا تو کہا کہ پہلی ضرب میں مارنے والے کو زیادہ ثواب ہے اور جیسے جیسے زیادہ ضربیں لگا کر مارو گے ثواب کم ہوتا جائے گا، اس حکم سے مراد بھی یہی ہے کہ جانور کو اس انداز سے قتل کیا جائے کہ اسے کم تکلیف ہو، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس نے اسے دوسری ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی یعنی پہلے سے کم نیکیاں ملیں گی اور جس نے تیسری ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی یعنی دو سے کم نیکیاں ملیں گی۔“ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”جس نے پہلی ضرب کے ساتھ گرگٹ کو مارا اس کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور دوسری ضرب میں اس سے کم، تیسری میں اس سے بھی کم۔“^③

① صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۶۰۱۲۔

② صحیح مسلم، کتاب الصيد، رقم: ۲۰۵۵۔

③ صحیح مسلم، کتاب الذم، رقم: ۵۸۴۶، ۵۸۴۷۔

الغرض آپ ﷺ حیوانات کے لیے بھی نبی رحمت بن کر آئے اور ایسے ہی جمادات کے لیے بھی آپ بڑے رحم دل تھے۔ احد پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہو گیا۔ روتے ہوئے کھجور کے تنے پر آپ ﷺ نے دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔



نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات

نبی کریم ﷺ کا خلقِ عظیم:

رسول اللہ ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ نرم مزاج، خوش اخلاق اور شیریں زبان تھے۔ آپ جب گفتگو فرماتے تو کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ سلام میں بھی خود پہل کرتے تھے اور مصافحہ میں بھی پہل خود کرتے۔ حضور صادق المصدق ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیکر تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (القلم : ۴)

”اور (اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔“

”خلقِ عظیم“ سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس خلق پر ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن یا دین اسلام میں دیا ہے۔ یا اس سے مراد وہ تہذیب و شائستگی، نرمی و شفقت، امانت و صداقت، حلم و کرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے، اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔ اسی لیے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

((كَأَنَّ خُلُقَهُ الْقُرْآنَ)) ❶

”آپ کا خلق تو قرآن تھا۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ”خلقِ عظیم“ کے مذکورہ بالا دونوں مفہوموں کو شامل ہے۔ ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب المسافیرین.

❷ تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۶۱۱.

آپ ﷺ خلقِ عظیم کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخلاق بھی بہتر فرمانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ خود رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ .))^①

”مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچاؤں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ ، وَ أَنَا خَيْرٌ لِأَهْلِي .))^②

”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں

اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي نَأْفِي وَلَا لِمَ

صَنَعْتَ؟ وَلَا أَلَا صَنَعْتَ .))^③

”میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف

تک نہ کہا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا، یہ کیوں نہیں کیا؟“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظٌ

الْحَاشِيَةِ ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَدَهُ بِرِدَائِهِ جَبْدَةً شَدِيدَةً وَ رَجَعَ

نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَثَرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْدَتِهِ ،

① مسند احمد: ۲/۳۸۱، رقم: ۸۹۵۲۔ شعیب ارنؤوط نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔ موطا امام مالک،

کتاب حسن الخلق، رقم: ۷.

② سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم: ۱۹۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ۶۰۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۱۸.

ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرِّنِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَمَعْتُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. ((❶

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور آپ پر گہری حاشیہ دار نجرانی چادر تھی۔ تب ایک دیہاتی سامنے آیا، اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔ جس کے نتیجے میں نبی رحمت ﷺ اس کے سینے کی طرف جھک گئے۔ یہاں تک کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی گردن مبارک کے ایک طرف، چادر کے کنارے کو زور سے کھینچنے کے سبب، رگڑ کا نشان دیکھا۔ پھر دیہاتی نے کہا، اے محمد! آپ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے، اور اس کو کچھ عطا کرنے کو کہا۔“

حضور صادق المصدوق ﷺ صاحب خلق عظیم پیغمبر نے اپنے خلق عظیم کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا جس کی نظیر چشم فلک نے دیکھی اور نہ دیکھے گی۔ یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر انبیاء کو بھی کوئی چارہ نہیں ہے کہ سرور مرسلان ﷺ کے اعلیٰ اور اکمل کمالات، عمومی بعثت، تکمیل دین، دائمی رسالت اور افضلیت، رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم ختم نبوت ہی کے ثمرات ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہونٹوں میں لطافت بھری تھی۔ شہد سے شیریں زبان، گفتگو تھی کہ گویا موتیوں کی لڑی، زبان اتنی شیریں اور شگفتہ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

ہونٹوں کو بوقت گفتگو چومتی تھی شگفتگی

بات جو تھی وہ پھول تھی، پھول جو تھا وہ گلاب تھا

((وَإِنْ تَكَلَّمْتُمْ سَمَاءَ وَعَاقِلَةَ الْبَهَاءِ حَلُّوا الْمَنْطِقِ لَا تَنْدَرُوا وَلَا هَزَرًا

كَانَ مَنْطِقُهُ خَزْرَاتٍ يَتَحَدَّرُونَ.)) ❷

”حضور ﷺ کے کلام میں لطافت بھری ہے، شیریں کلام، جچے ٹکے الفاظ

❶ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ۲۴۳۹۔

❷ مستدرک حاکم۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ بنتی نبیؐ سے مروی ہے:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا.))^①

”نبی کریم ﷺ نے نہ کسی جان دار چیز کو، نہ کسی عورت کو، اور نہ ہی کسی خادم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا۔“

سیدہ عائشہ بنتی نبیؐ بیان فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے متعلق انجیل میں لکھا ہے کہ نہ تو فحش گو تھے، نہ فحش باتوں کو پسند فرماتے تھے، نہ بازاروں میں اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ غفور و درگزر سے کام لینے والے تھے۔“^②

اور سیدنا داؤد علیہ السلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کا حسن مبارک بیان کرنے کے بعد آپ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا کہ، ”تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔“^③

شیخ عبدالرؤف عثمان فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جیسے صورت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل ترین

تھے، اسی طرح اخلاق کے اعتبار سے بھی لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔“^④

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ حقوق و فرائض:

ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ادا کرنے والے

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۳۰۵.

② مستدرک حاکم: ۶۱۳/۲۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۰۱۶۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ بحوالہ بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۵۳.

④ محبة الرسول بين الاتباع: ۳۲/۱.

کی نسبت سے انہیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں اس کی نسبت سے انہیں حقوق کہا جاتا ہے۔ انہی حقوق و فرائض کو ”حقوق العباد“ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۔ آداب:

رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلق مفید اصول و ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے، انہی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

۳۔ فضائل اخلاق و برے اخلاق:

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائل اخلاق، اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہے اور رذائل سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذیل میں ان حقوق و فرائض، آداب اور فضائل و رذائل کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جا رہی ہے، تاکہ انسان وقتاً فوقتاً ان پر نظر ڈالتا رہے اور اس کی لوح ذہن و دماغ پر ان کا نقشہ اچھی طرح ثبت ہو جائے۔

حقوق و فرائض ایک نظر میں:

(1) حقوق الوالدین، (ماں باپ کے حقوق)، (2) حقوق الاولاد (بال بچوں کے حقوق) (3) حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)، (4) اہل قرابت کے حقوق (عزیز رشتہ دار، دوست و احباب اور سسرال وغیرہ کے حقوق)، (5) اساتذہ کے حقوق، (6) تلامذہ کے حقوق، (7) ہمسایوں کے حقوق، (8) یتیموں کے حقوق، (9) بیواؤں کے حقوق، (10) حاجت مندوں کے حقوق، (11) غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق، (12) خادموں اور ملازموں کے حقوق، (13) مہمان کے حقوق، (14) عام مسلمانوں کے حقوق، (15) عام انسانوں کے حقوق (مسلم اور غیر مسلم) اور (16) جانوروں کے حقوق۔

آداب ایک نظر میں:

- (1) طہارت کے آداب، (2) کھانے پینے کے آداب، (3) مجلس کے آداب، (4) ملاقات کے آداب، (5) گفتگو کے آداب، (6) باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب، (7) سفر کے آداب، (8) سونے اور جاگنے کے آداب، (9) لباس کے آداب، (10) خوشی کے آداب اور (11) غم و الم کے آداب۔

فضائل اخلاق ایک نظر میں:

- (1) اتحاد و اتفاق، (2) احسان و سلوک، (3) اخوت و محبت، (4) استغناء و بے نیازی، (5) اعتدال و میانہ روی، (6) امانت و دیانت، (7) انصاف و عدل، (8) ایثار و کرم، (9) ایفاء عہد، (10) برائی کا بدلہ بھلائی، (11) بردباری و تحمل، (12) فلاح و بہبود، (13) تواضع و انکساری، (14) حسن معاملہ، (15) حق گوئی و بیباکی، (16) حوصلہ مندی، (17) شرم و حیا، (18) خشیتِ الہی، (19) خوش خلقی و خوش مزاجی، (20) رحم و ترحم، (21) رفق و الفت، (22) زہد و قناعت، (23) سادگی، (24) سخاوت و فیاضی، (25) شفقت و رأفت، (26) شیریں کلامی، (27) صبر و ثبات، (28) صدق و راستی (سچائی، زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی)، (29) عفت و پاکبازی، (30) عفو و درگزر، (31) غریب پروری، (32) مساوات پسندی، (33) نرم خوئی، (34) ہمسایہ سے حسن سلوک، (35) یتیم نوازی، (36) خود داری و عزت نفس، (37) شجاعت و بہادری اور (38) استقامت۔

برے اخلاق ایک نظر میں:

- (1) استہزاء و تمسخر (مذاق و ٹھٹھا)، (2) اسراف (حد سے بڑھ کر خرچ کرنا)، (3) افشائے راز، (4) اقتدار کی حرص، (5) بخل، (6) بددیانتی، (7) بدکاری، (8) بدگمانی، (9) نقش کلامی، (10) بغض و کینہ، (11) بہتان طرازی و افتراء پردازی، (12) بے حیائی، (13) بے صبری و تکلف پسندی، (14) تباہی و بربادی، (15) تہذیر (فضول خرچی)،

(16) تجارت میں فسق و فجور، (17) تعصبِ جاہلی، (18) تفرقہ بازی، (19) جاسوسی، (20) جدل و بے جا بحث، (21) جھگڑے اور تنازعات، (22) جھوٹ، (23) جھوٹی گواہی، (24) چغل خوری، (25) چوری، (26) حب دنیا، (27) حسد، (28) خوشامد و مداحی، (29) خیانت (آنکھ، دل اور عمل کی خیانت)، (30) دجل و فریب، (31) دعا بازی، (32) دہشت گردی، (33) دوزخا پن، (34) ذخیرہ اندوزی، (35) رشوت، (36) رہبانیت، (37) ریاکاری، (38) زنا کاری، (39) زیادتی، (40) سودی خوری، (41) شراب نوشی، (42) طعنہ زنی، (43) طمع و لالچ، (44) ظالم کو ظلم سے نہ روکنا، (45) ظلم و ستم، (46) عریانیت، (47) عناد، (48) عورتوں سے مشابہت، اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا، (49) عیب جوئی، (50) غاصبانہ قبضہ، (51) غدر و غداری، (52) غصہ و اشتعال بازی، (53) غلول (مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خفیہ طور پر اٹھالینا)، (54) غیض و غضب، (55) فحاشی و فحش گوئی، (56) فخر و غرور اور گھمنڈ، (57) کبر و تکبر، (58) گالی گلوچ، (59) قتل و غارت گری، (60) قطع تعلقی، (61) لعنت کرنا، (62) مال کی حرص، (63) نا انصافی، (64) ناپ تول میں کمی و بیشی، (65) نسل پرستی، (66) نفاقِ عملی، (67) نفرت و بیزاری، (68) وعدہ خلافی (69) ہوس و حرص (70) غیر معروف طریقہ اختیار کرنا۔



نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَدْرَكَتْهُمْ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي ، فَقَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ ؟ قُلْتُ : اللَّهُ ، فَشَامَ السَّيْفَ فَهَذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبَهُ .)) ①

”کسی غزوہ میں وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے، تو ایک ایسی وادی میں قیلولہ کا وقت ہو گیا جس میں گھنے درخت تھے۔ لوگ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے، اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور سو گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ایک اجنبی آدمی کو اپنے پاس دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی، اور کہنے لگا: اب تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا ”اللہ“ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ بیٹھا ہے، لیکن آپ نے اس سے انتقام نہ لیا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ ، وَ لَقَدْ فَرَعَ

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۹۱۳۔

أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ
وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرِيٍّ، وَفِي
عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا، لَمْ تُرَاعُوا، ثُمَّ قَالَ
وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ بَحْرٌ. ❶

”رسول اللہ ﷺ نہایت دلیر اور شجاع تھے اور لوگوں میں بہترین شخصیت تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ ڈر گئے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف دوڑے، دیکھا تو نبی ﷺ پہلے سے موجود تھے اور فرما رہے تھے کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ﷺ ابوطحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر سوار تھے، اور تلوار گردن مبارک میں جمائل تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو نہایت تیز رفتار پایا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”جب جنگ ہوتی اور دشمن سے ملاقات ہو جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بچاؤ پکڑتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔“ ❷

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”ہم نے مکہ فتح کیا، پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے عورتیں، پھر بھیڑ بکریاں، پھر دوسرے چوپائے۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید تھے۔ مگر ہمارے سوار (دشمن کی تیر اندازی کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گیر ہونے لگے،

❶ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، رقم: ۲۹۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۰۶۔

❷ مستدرک حاکم، رقم: ۲۵۸۴۔ دلائل النبوة للبيهقي، رقم: ۱۱۲۱۔

اور ذرا سی دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔“

بہر حال جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا، لوگو! میری طرف آؤ، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے ساتھ چند مہاجرین اور اہل خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔

ان نازک ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ

”میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“

لیکن اس وقت ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی، اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی تھی۔ دونوں خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (جن کی آواز خاصی بلند تھی) حکم دیا کہ صحابہ کرام کو پکاریں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا، درخت والو! یعنی بیعت رضوان والو! کہاں ہو؟ واللہ! وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے اور جواباً کہا: ہاں ہاں، آئے آئے۔ حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا، اور نہ موڑ پاتا، تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا، اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا، اور اونٹ کو چھوڑ چھاڑ کر آواز کی جانب دوڑتا۔ اس طرح جب آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے تو انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی۔“ ①

① الرحیق المخبوم، ص: ۵۶۴.

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن لکھتے ہیں:

”لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر شخص رسول اللہ ﷺ تھے۔“^①

شیخ محمد اسماعیل الشربینی رقمطراز ہیں:

”کسی شخص سے جتنی ایمانی قوت مطلوب ہے اتنی مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ

میں موجود تھی۔ اسی طرح آپ میں یہ بات بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ آپ

ﷺ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ

ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور حال و مقال کے اعتبار سے

سب سے بلند تھے۔“^②

شیخ علی بن نایف الشحو و فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے

والے، سب سے زیادہ منکسر المزاج اور سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔“^③

نبی کریم ﷺ کا رعب و دبدبہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتِّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَ

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ

مَسْجِدًا وَطَهْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَأَفَّةٍ وَخَيْمَ بِي

النَّبِيُّونَ.))^④

”مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری حاصل ہے (1) مجھے

① دعاوی المناوئین: ۴۱۴/۱.

② رد شہات حول عصمة النبی ﷺ فی ضوء السنة النبویة: ۱۱۱/۱.

③ موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ: ۴۵/۲.

④ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۶۷.

جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (2) خاص رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (3) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (4) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (6) مجھ پر انبیاءِ مطہرین کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، وَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيْتُ بِمَقَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوَضَعَتْ فِي يَدِي .)) ❶

”مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا، اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

”ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دشمن پر رعب والی خصوصیت) علی الاطلاق ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن جہاں بھی ہو اور جتنے بھی فاصلے پر ہو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ڈال دیا گیا ہے۔“ ❷

شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دشمن کی طرف رخ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید رعب اور

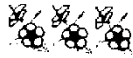
❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۳۔ صحیح مسلم، ایضاً، رقم: ۱۱۶۸۔

❷ فتح الباری: ۲/۲۴۱۔

خوف ڈال دیتا ہے۔“ ❶

شیخ علی بن نایف الشعود بیان فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جن دشمنوں کی طرف بھی رُخ کرتے ہیں یا جن کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا خوف اور دبدبہ پیدا فرما دیتا ہے۔“ ❷



❶ تذکرة المؤتسی شرح عقيدة المحافظ عبد الغنی المقدسی: ۳۴۵/۱.

❷ موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ: ۳۳۱/۱۲.

فصل نمبر ۴ :

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب : ۴۰)

” (لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ)) ①

”یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

”خاتم“ مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔“ ②

① تفسیر ابن کثیر: ۶/۴۲۸۔

② تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۱۸۲-۱۱۸۳۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ ، كَمَثَلِ قَصْرِ أَحْسَنَ بَنِيانِهِ تَرَكُ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النَّظَارُ يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بَنِيانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِي الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِي الرَّسُولُ - وَفِي رِوَايَةٍ : فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ .)) ❶

”میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے ارد گرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عرش عرش کراٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔“

دوسری روایت میں ہے کہ ”میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔“

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

((إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلَّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي .)) ❷

”عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بنی اسرائیل پر نبی حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۵۹۵۹۔

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والاسلام، رقم: ۴۲۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کی جگہ دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ میرے بعد

کثرت سے خلفاء پیدا ہوں گے۔“ ❶

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

”تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ ❷

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ سو فیصد کذاب ہے، خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور کہنے لگا، اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بنائیں تو میں ان کی تابعداری کرتا ہوں۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی لایا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس چلے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر تم محمد ﷺ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں نہیں دوں گا (جانشینی تو دور کی بات ہے) اور اللہ نے جو کچھ تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور تو اسلام نہ لائے گا، اور اللہ تجھے تباہ کر دے گا، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی دشمن ہے، جس کا حال مجھے اللہ تعالیٰ (خواب میں) دکھا جا چکا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ واپس چلے گئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❶ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ۳۴۶۵۔

❷ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۴۸۴۔

”ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں تو میں بہت پریشان ہوا۔ خواب میں ہی مجھے حکم دیا گیا کہ ان پر پھونک مارو، میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر سمجھی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخص پیغمبری کا دعویٰ کریں گے،

ان میں سے ایک اسود غنسی ہے اور دوسرا میلہ کذاب۔“^①

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ابطال پر مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ”تیسیر القرآن“ میں مفصل بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا کذاب اپنے پیغمبری کے دعوے میں جھوٹا تھا۔ تفصیل کے لیے شائقین اس تفسیر کی طرف رجوع کریں۔^②



① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ، رقم: ۴۲۷۳.

② تیسیر القرآن: ۵۹۰/۳ - ۵۹۵.

نبی کریم ﷺ کی عالم گیر رسالت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ فَأَمِّنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

” (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی اتباع کرو، تا کہ تم (سیدھی) راہ پر آ جاؤ۔“

اس آیت کی تفسیر کے لیے ”صحیح بخاری“ کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، چنانچہ اس میں ہے: ”اتفاق سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چشمک ہو گئی، سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی حالت میں چلے گئے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ عاف فرمائیں اور اللہ سے میرے لیے بخشش چاہیں۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے بلکہ کواڑ بند کر لیے، آپ لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور ﷺ کی مجلس میں موجود تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارے اس ساتھی نے انہیں ناراض اور غضبناک کر دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد بہت ہی نادام ہوئے اور اسی وقت دربار رسالت

مآب میں حاضر ہو کر ساری بات کہہ سنائی، رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ کے رسول! زیادہ ظلم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑتے نہیں؟ سنو! جب میں نے اس آواز حق کو اٹھایا کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا تو جھوٹا ہے، لیکن اس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ﷺ سچے ہیں۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَضَلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بَيْتًا: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ.))^②

”مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء پر برتری حاصل ہے (۱) مجھے جامع گفتگو کا مالکہ دیا گیا ہے۔ (۲) خاص رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (۴) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (۶) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جسے دین اسلام کی ذرا بھی سمجھ ہے وہ بالیقین جانتا اور مانتا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔“^③

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ ﷺ، رقم: ۴۶۴۰.

② صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۶۸.

③ تفسیر ابن کثیر: ۴۱۴/۲.

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح نسلی یا قومی پیغمبر نہ تھے اور نہ علاقائی۔ آپ کا حلقہٴ تبلیغ پوری دنیا کے انسان ہیں اور سارے کے سارے لوگ ہیں، پھر آپ ﷺ وقتی یا کسی مخصوص زمانہ کے بھی پیغمبر نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت کا کام قیامت جاری رہے گا، کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، (اللہ کی طرف سے آنے والا نہیں) اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہو گا۔ آپ نے اپنی زندگی بھر امکانی حد تک تبلیغ رسالت کا فریضہ سرانجام دیا، حجۃ الوداع کا موقع پر آپ نے بڑی تاکید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ جن لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچ سکا، ان تک وہ پہنچادیں، لہذا اب اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا کام سرانجام دیں، اور اس کام کے لیے جو ممکن ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں، وہ کیے جائیں۔“^①

پہلی آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

”یہ آیت بھی رسالتِ محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ ﷺ پوری بنی نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں، نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔“^②

www.KitaboSunnat.com

② تفسیر احسن البیان، ص: ۴۶۱۔

① تفسیر القرآن: ۱۰۷/۲۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد یہود و نصاریٰ کے پاس بھی بخشش کا ایک یہی راستہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان بھی موجود ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آخر الزماں پیغمبر، رحمت عالم محمد ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔“^①

شیخ عبدالرحمن سعدی راضیہ فرماتے ہیں:

”جو شخص بھی یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد (جس پر اللہ اور اس کے رسولوں کی گواہی ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا سب کے لیے لازم ہے) کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔“^②



① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۴۶۔

② تفسیر السعدی، ص: ۳۸۷۔

نبی کریم ﷺ کی بشارت تورات و انجیل میں بھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُقْتَضًى قَالُوا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّورَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا يَسْحَرُ قَوْمِينَ ﴿٦﴾﴾ (الصف : ۶)

”اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔“

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا: اے بنی اسرائیل! (یعنی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد!) میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، اور میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی، اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ اور میرے ذریعہ تورات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے، اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔

اور جب میرے ذریعہ تورات کی تصدیق ہو رہی ہے، اور میں ایک نئے رسول کی بشارت دے رہا ہوں، تو تمہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیے، نہ کہ میری تکذیب کرنی چاہیے۔ انجیل یوحنا، باب ۱۴ میں آیا ہے: میں باپ سے طلب کروں گا، تو وہ تمہیں ایک ”فار قلیط“ دے گا۔ صاحب انجیل الحق نے لکھا ہے کہ ”فار قلیط“ کا معنی محمد یا احمد ہے۔ اور انجیل برناباس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل صریح عبارتوں میں آیا ہے اور کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہوں گے۔“ (بحوالہ تیسیر الرحمن، ص: ۱۵۸۲۔ ملخصاً)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُ وَنَدَامَكَ تَوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا مَرْهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَدَّرُوا وَنَصَرُوا ۚ وَاتَّبَعُوا التَّوْرَ الَّذِي أَنْزَلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۷﴾﴾ (الاعراف : ۱۰۷)

”جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے، اور وہ بندشیں کھولتا ہے، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت اور مدد کی، اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿يَجِدُ وَنَدَامَكَ تَوْبًا عِنْدَهُمْ﴾ یعنی اُن رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں توریت و انجیل میں درج پاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس اعلان پر معاصر اہل کتاب میں سے کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ وگرنہ جہاں اور الزامات آپ پر اور

آپ کی وحی پر تراشتے تھے وہاں اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ توراہ اور انجیل میں کہاں ایسے رسول ﷺ کے ظہور کی پیش خبریاں ملتی ہیں؟
توراہ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ:

توراہ میں جتنے تصرفات اور تحریفات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل توریت کا بھی نہیں رہا کہ یہ کتاب وحی لفظی کا نمونہ ہے۔ لیکن اتنی تحریفات کے بعد بھی کچھ تو حوالہ جات اس میں اب تک بھی باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے:

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو۔“

(استواء: ۱۸-۱۵)

”تیرے ہی بھائی“ یعنی اسرائیل کے بھائی، بنی اسماعیل کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟ پھر ان اسماعیلیوں میں ایسا نبی جو ”میرے ہی مانند“ یعنی مشابہت موسیٰ علیہ السلام سے رکھنے والا ہو۔ ہمارے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کے اور کون ہو سکتا ہے؟
انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ:

توراہ کے بعد اب انجیل پر آئیے۔ اس میں ”ترجمہ اور ترجمہ در ترجمہ کی بنا پر حک و اصلاح ترمیم اور تبدیلی کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اور وہ بھی چرا کر چھپا کر نہیں، بلکہ علانیہ اور فخریہ طور پر۔ لیکن باوجود اس کے، اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ مسیح علیہ السلام اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں:

”یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور معمار کی نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی

جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ
گرے گا اُسے پس ڈالے گا۔“ (متی ۲۳:۳۱-۳۳)

”کتاب مقدس“ کا جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۰:۱۲-۱۱..... اور انجیل لوقا
۱۸:۲۰ میں بھی وہ دراصل داؤد نبی کی کتاب زبور کا ۱۱۸:۲۲۱-۲۲ کا ہے۔ معماروں یعنی
اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ رد کیا تھا وہ اسماعیل ہی تھے۔ کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا۔
یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا، اور یہود و نصرانی
جو بھی اس سے ٹکرائے وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے، یا پس کر رہ گئے۔“

(بحوالہ خطبات ماجدی، ص: ۱۰-۱۱)

امام بیضاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جس رسول کے آنے کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، وہ محمد ﷺ ہیں۔“
مذکورہ بالا دونوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت
تورات میں بھی موجود تھی اور انجیل میں بھی۔ اسی طرح کچھ احادیث سے بھی یہ بات ثابت
ہوتی ہے، جن کو ہم ذیل کی سطور میں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان
کرتے ہیں:

((لَقِيْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قُلْتُ : أَخْبِرْنِي
عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي التَّوْرَةِ ؟ قَالَ : أَجَلٌ ، وَاللَّهِ ! إِنَّهُ
لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا
أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾ ﴿ وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي
وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفَطٍ وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا
سَخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ ، وَلَكِنْ يَعْفُو

وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْجَمَلَةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ
يَسْأَلُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمَيَّا، وَأَذَانًا صُمًّا،
وَقُلُوبًا غُلْفًا.))

”میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا، اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تورات میں منقول وصف کے متعلق دریافت فرمایا، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تورات میں رسول اکرم ﷺ کی بعض صفات تو وہ مذکور ہیں جو قرآن مجید میں بھی آئی ہیں جیسے ”اے نبی! ہم نے تجھے گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔“ مزید برآں آپ ان پڑھوں کے ملائی، میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو و سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور و غوغا کرنے والے اور نہ ہی برائی کا برائی سے جواب دینے والے، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور آپ کی روح اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک راہ سے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دیں یہاں تک کہ لوگ اس کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کو نہ مان لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بند دل کھول دے گا۔“ ❶

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے پس منظر سے آگاہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبَشَارَةُ عَيْسَى.)) ❷

”میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔“

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۲۵.

❷ مسند احمد: ۲۶۲/۵، رقم: ۲۲۲۶۱۔ طبرانی کبیر، رقم: ۴۷۶۹۔ مجمع الزوائد: ۲۸۹/۸۔

علامہ شمس بریلوی نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”جب نجاشی نے مہاجرین حبشہ کو اپنے دربار میں بلایا، اور جعفر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سنیں تو پکار اٹھا کہ تم کو مرحبا ہو، اور اس ہستی کو جس کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہی ہیں، جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔“^①

ان احادیث سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر تورات و انجیل میں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے بھی آپ ﷺ کی تعلیمات سن کر فوراً آپ ﷺ کی تصدیق کر دی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی انجیل میں آپ ﷺ کی ایسی واضح علامات موجود تھیں جن کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ ہوا۔ علاوہ ازیں آج بھی تحریف شدہ تورات و انجیل میں آپ ﷺ کی بشارت کے تذکرے موجود ہیں، اور اہل کتاب انہیں پڑھتے ہیں، اور اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں مثلاً:

- ۱۔ استثناء باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹
 - ۲۔ متی باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶
 - ۳۔ یوحنا باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱
 - ۴۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۱۷
 - ۵۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۵، ۲۶
 - ۶۔ یوحنا باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۵^②
- انجیل برتناہاس فصل ۳۳ آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲

① مسند احمد: ۴۶۱/۱۔ فتح الباری: ۱۸۹/۷۔ البدایة والنہایة: ۶۹/۳۔ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر

نے اس کی سند کو ”حسن اور جید“ قرار دیا ہے۔

② ماخوذ از، تیسیر القرآن: ۱۰۵/۲، ۴۲۷۔

”اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا: ”اے محمد! اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنا کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھلوں۔“

”کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کر لو تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔“

”اور جب کہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔“

انجیل برناباس فصل ۹۷ آیت ۶، ۷، ۸

”اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں، اس لیے کہ اس کو دوست و محفوظ رکھے گا۔ کاہن نے جواب میں کہا: ”کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟“

یسوع نے جواب دیا:

”اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے۔“

قارئین کرام! توراہ اور انجیل میں حوالہ جات اور بھی ہیں۔ اُن سب کی یہاں قراءت کرنے کے بجائے انہیں ”تفسیر ماجدی“ اور ”تیسیر القرآن: ۲/۱۰۵، ۷/۴۳“ میں ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔



رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

غیر مسلموں کے جو بیرونی وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے، ان کی نبی اکرم ﷺ خود میزبانی کرتے، چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا، اور ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

((انَّهُمْ كَانُوا لِأَصْحَابِنَا مُكْرَمِينَ، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَكْفِيَهُمْ))^①

”یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذاتِ خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کروں۔“

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا، اور اس وفد میں شامل مسیحوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔^②

نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کی روشنی میں چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر ہر اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو حقوق کا تحفظ حاصل رہا۔ آپ ﷺ کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو برتاؤ رہا

① شعب الایمان للبیہقی، رقم: ۹۱۲۵۔

② طبقات ابن سعد: ۱/۳۵۷۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۴/۴، زاد المعاد: ۳/۶۲۹۔

اس کی بھی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ و طائف نے آپ ﷺ پر بے شمار مظالم ڈھائے، لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ایک انصاری کمانڈر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا:

((الْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ)) ”آج لڑائی کا دن ہے۔“

یعنی آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا، تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور ان سے جھنڈالے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا:

((الْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ)) ❶

”آج لڑائی کا نہیں بلکہ آج رحمت کے عام کرنے (اور معاف کر دینے) کا دن ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے اپنے مخالفین سے پوچھا کہ بتاؤ، میں آج تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ تو انہوں نے کہا کہ جیسے یوسف (علیہ السلام) نے اپنے خطا کار بھائیوں کے ساتھ برتاؤ کیا تھا، آپ ﷺ سے بھی وہی توقع ہے۔ اس جواب پر آپ ﷺ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا جو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے فرمایا تھا:

((لَا تَتْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ إِذْهَبُوا فَانْتُمُ الطُّلُقَاءُ))

”یعنی تم سے آج کوئی پوچھ گچھ نہیں تم سب آزاد ہو۔“ ❷

نبی اکرم ﷺ کا بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ))

”جو ابوسفیان کے گھر میں آج داخل ہوا وہ امن میں ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو اس طرح پورا کیا کہ جو بھی اس دن

ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امان مل گئی۔ ❸

❶ فتح الباری: ۸، ۹۔ ❷ جامع صغیر، رقم: ۳۶۸۔

❸ صحیح مسلم، رقم: ۱۷۸۰۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ غُلامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ فَمَرِضَ فَاتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمَ، فَنظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطْعَمَ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ))¹

”ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے سر ہانے بیٹھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام قبول کر لو، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لے، وہ اسلام لے آیا۔ نبی محترم ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے: اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچا لیا۔“

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا: ”میں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ساری نشانیاں اسی وقت پہچان لی تھیں جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تھا۔ مگر دو نشانیاں ایسی ہیں جن کی پہچان کا موقع ابھی تک نہیں ملا۔ پہلی یہ کہ کیا آپ ﷺ کا حلم آپ کے غضب سے بڑھا ہوا ہے؟ دوم یہ کہ کیا دوسروں کا انتہائی جاہلانہ رویہ آپ کے حلم اور بردباری میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے؟

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں محمد (ﷺ) سے بڑی نرمی سے پیش آتا تھا تاکہ میں آپ سے میل جول رکھ کر آپ کے حلم اور غصے کو جانچ پرکھ لوں۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے۔ آپ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک بددعا آدی اپنی سواری پر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! بنو فلاں کی ہستی کے لوگ دائرۃ اسلام میں داخل ہو

¹ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۵۶.

گئے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہیں وافر رزق عطا فرمائے گا۔ اب وہ قحط، سختی اور خشک سالی کی زد میں ہیں۔ اللہ کے رسول! مجھے ڈر ہے مبادا وہ لالچ کرتے ہوئے اسلام سے اسی طرح نکل جائیں جس طرح وہ طمع کے مارے اس میں داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی امداد کی خاطر ان لوگوں کو کوئی چیز بھیجیں (یہ اقدام بہتر ہوگا۔)“ رسول اللہ ﷺ نے (سوالیہ نظروں سے) ایک شخص (علیؓ) کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! اس (مال) میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔“

زید بن سعنه کہتے ہیں: (میں تو موقع کی تاک میں بیٹھا تھا) میں کھسک کر آپ ﷺ کے قریب ہو گیا اور کہا: ”اے محمد! کیا آپ میرے ہاتھ اتنی اتنی مدت کے لیے بنو فلاں کے باغ میں سے معلوم مقدار میں کھجوریں فروخت کرنا چاہتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا، يَا يَهُودِيُّ! وَلَكِنْ أَبِيعَكَ تَمْرًا مَعْلُومًا إِلَىٰ أَجَلٍ كَذَا وَ كَذَا وَلَا أُسَمِّي حَائِطَ بَنِي فُلَانٍ))

”اے یہودی! نہیں، البتہ میں تیرے ہاتھ اتنی اتنی مدت تک کے لیے معلومہ کھجوریں بیچوں گا اور بنو فلاں کے باغ کا نام نہیں لوں گا۔“

میں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ آپ نے میرے ساتھ سوا طے کر لیا۔ میں نے اپنی تھیلی کھولی اور طے شدہ مدت تک کے لیے معلومہ کھجوروں کے بدلے میں سونے کے اسی (۸۰) مثقال دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے وہ مثقال اس شخص کو دے دیئے اور فرمایا:

((أَعْجَلْ عَلَيْهِمْ وَاعْثُهُمْ بِهَا))

”یہ رقم جلدی سے انہیں پہنچا دو اور اس کے ذریعے سے ان کی مدد کرو۔“

زید بن سعنه کہتے ہیں کہ ابھی معینہ مدت کے ختم ہونے میں دو تین دن کی مہلت باقی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کسی انصاری کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ نے نماز جنازہ ادا کر لی اور ایک دیوار کے سہارے بیٹھنے کے لیے اس کے قریب ہوئے تو میں نے ایک دم آپ کا

گریبان پکڑ لیا، غصے سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا: ”اے محمد! کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے؟ اللہ کی قسم! اے بنو عبدالمطلب! مجھے تو تم لوگ نال مثل کرنے والے معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تمہارے لین دین کا پہلے ہی علم تھا۔“ اس موقع پر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے شدید غصے سے مجھے گھورا اور کہا: ”اے اللہ کے دشمن! تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کیا بات کہہ رہے ہو جو میں سن رہا ہوں اور ان سے یہ کیا برتاؤ کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر مجھے اپنے وار کے خطا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تمہارا سر قلم کر دیتا۔“

اس وقت رسول اللہ ﷺ انتہائی اطمینان و سکون سے تشریف فرما تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مسکرا کر دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا وَهُوَ كُنَّا أَحْوَجَ إِلَىٰ غَيْرِ هَذَا مِنْكَ يَا عُمَرُ! أَنْ تَأْمُرَنِي بِحُسْنِ الْأَدَاءِ وَتَأْمُرَهُ بِحُسْنِ التَّبَاعَةِ، إِذْ هَبَّ بِهِ يَا عُمَرُ! فَأَقْضِهِ حَقَّهُ وَزِدْهُ عِشْرِينَ صَاعًا مَكَانَ مَا رَعْتَهُ))

”اے عمر! میں اور یہ شخص، دونوں تمہاری طرف سے اس سے مختلف رد عمل کے مستحق تھے، یعنی تم مجھے حسن ادا کی تلقین کرتے اور اسے طریقہ طلب کا بہتر انداز اختیار کرنے کا حکم دیتے۔ اے عمر! جاؤ، اسے اس کا حق ادا کرو اور اپنی طرف سے اسے ڈرانے (دھمکانے) کی طمانی کے طور پر میں صاع زیادہ ادا کرو۔“

زید بن عاصم (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) مجھے لپٹتا ہوا آگے لگتے اور میرا حق ادا کر دیا۔ مزید برآں انہوں نے مجھے بیس صاع اضافی کھجوریں کھجوریں کھجوریں میں نے پوچھا: ”یہ اضافہ کس لیے ہے؟“ وہ کہنے لگے: ”اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں نے جو تمہیں ڈرایا دھمکایا ہے، اس کے بدلے میں تمہیں بیس صاع اضافی کھجوریں بھی دوں۔“

میں نے پوچھا: ”اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟“ وہ بولے: ”نہیں، میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟“ میں نے بتایا: ”میں زید بن عاصم ہوں۔“ انہوں نے پوچھا: ”یہودیوں کا

عالم؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں!“ عمر رضی اللہ عنہ نے جھٹ پوچھا: ”پھر تمہیں کس چیز نے اکسایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ کہو جو تم نے کہا اور ان کے ساتھ وہ جارحانہ برتاؤ کرو جو تم نے کیا؟“ میں نے کہا: ”اے عمر! جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں نبوت کی ساری علامتیں پہچان لی تھیں مگر میں ابھی تک دو نشانیوں کا کھوج نہیں لگا سکا تھا، یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب سے بڑھا ہوا ہے اور دوسروں کا انتہائی گھٹیا جاہلانہ رویہ آپ کے حلم میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ اب میں نے یہ دونوں نشانیاں بھی خوب اچھی طرح جانچ پرکھ کر دیکھ لی ہیں۔ اے عمر! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں،

((قَدْ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا))

”میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔“

میں اپنے علاقے میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت محمد کے لیے صدقہ ہے۔“ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”تمہارا مال سب کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔ اس لیے یہ کہو کہ میرا مال امت کے بعض افراد کے لیے صدقہ ہے۔“ میں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ پھر حضرت عمر اور زید بن سَعْنَةَ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زید نے وہاں پہنچتے ہی اعلان کیا:

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))

”میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور ﷺ (ﷺ) کے رسول ہیں۔“

اس کے بعد وہ اور رسول ہیں۔“

زید بن سَعْنَةَ رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لے آئے، انہوں نے آپ کی تصدیق اور پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔

1 دلائل النبوة لابی نعیم: ۱/۹۱-۹۳۔ سیرت انسالی کلویڈیا جلد نمبر: ۲، ص: ۵۲۹-۵۳۲۔

دارالسلام ریسرچ سنٹر۔

نبی کریم ﷺ قیام امن کے لیے آئے تھے

قیام امن کے لیے جو مساعی آج تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے میں آئیں ہیں ان کی بنیاد لازمی طور پر کسی نہ کسی نظریے اور نظام کی مرہون منت ہے، نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے انسان صحیح اور حق سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے تابع چلاتا ہے، اور نظام سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے کسی مقصد کو حاصل کیا جاسکے، انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور اصلاح پر جملہ اقوام عالم کا بگاڑ اور اصلاح موقوف ہے۔ جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو وہ نظام کا خواہ کتنا ہی مستحکم اور معقول کیوں نہ رکھتا ہو، وہ کبھی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا، اور جس کا نظریہ اور عقیدہ تو درست ہو، مگر نظام کا غلط یا ناہموار ہو تو وہ اس نتیجے کو اس طرح حاصل نہیں کر سکتا جس طرح صحیح عقیدہ اور نظریہ سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ نے عالم انسانیت کو عقیدہ و نظریہ بھی وہ دیا جو عقل و فطرت کی رو سے بالکل صحیح و برحق ہے۔ اور نظام بھی وہ دیا جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں نہایت معتدل، آسان، فطری اور کامیاب ہے۔

توحید کا صاف اور واضح عقیدہ:

قیام امن کے لیے نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو توحید خالص کا صاف اور واضح عقیدہ دیا جو انقلابی، معجز نما، قوت و زندگی سے لبریز، کایا پلٹ دینے والا اور معبودان باطل کا تختہ الٹ دینے والا ایسا عقیدہ ہے کہ نہ انسانیت نے اس سے پہلے کوئی ایسا عقیدہ پایا تھا، اور نہ قیام قیامت تک پاسکے گی۔ اس عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دنیا بلا حاکم و مالک کے یا کئی حاکموں کی مشترکہ ملکیت نہیں، بلکہ اس کا ایک ہی بادشاہ ہے، جو اس کا خالق و مالک، صانع اور حاکم و مدبّر ہے، خلق و امر کا اختیار اسی کو ہے۔

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف: ۵۴)

”یاد رکھو! اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق اور مالک ہونا۔“

اسی طرح یہ کائنات اپنی تخلیق و وجود میں اس اللہ کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آل عمران: ۸۳)

”حالانکہ تمام آسمانوں والے، اور زمین والے اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔“

اس لیے ان تمام مخلوقات کو جو ارادہ و اختیار رکھتی ہیں اس (اللہ) کا فرمان بردار ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳)

”خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔“

وحدتِ انسانی کا تصور:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے دوسرا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصور قائم کیا۔ اس سے پہلے انسان قبائل و اقوام کے اونچے نیچے طبقات اور دائروں میں بنا ہوا تھا، اور ان طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان و حیوان، آزاد و غلام اور عابد و معبود کا فرق ہو سکتا ہے، نیز آپ ﷺ سے پہلے وحدت و مساواتِ انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیرے میں یہ انقلابی، قلوب و اذہان کو جھنجھوڑ دینے والا، اور حالات کے رخ موڑ دینے والا اعلان فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ آبَاءَكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ مِنْ

آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ، وَلَيْسَ

لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَعَجَمِيٍّ فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ)) ❶

❶ مسند احمد، ۱۱/۵، رقم: ۲۳۸۹۔ شیخ شعبان ناوٹ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

”اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کے (بیٹے) ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ ہی کے سبب سے۔“

یہ فرمان دو اعلانوں پر مشتمل ہے جو امن و سلامتی کے قیام کے لیے دو ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں (وحدة الرب، وحدة الأب) جن پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں امن و امان کی عمارت قائم ہوئی۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا دو رشتوں سے بھائی ہوتا ہے ایک رشتہ جو بنیادی ہے وہ یہ کہ دونوں کا رب ایک ہے۔ دوسرا رشتہ وہ یہ کہ دونوں کے باپ (مورثِ اعلیٰ) ایک ہی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔^①

جو فرد کے شوق و طلب، محنت و لیاقت اور جہاد و اجتہاد میں تفوق کا باعث بنتا ہے۔

انسان کی شرافت و عظمت کا اعلان:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے تیسرا کام یہ کیا کہ انسان کی شرافت و عظمت اور اس کے علوٰ منزلت کا اعلان کیا، تاکہ فتنہ و فساد میں اس کا خون ارزاں قیمت پر نہ بیے۔ آپ ﷺ سے پہلے انسان ذلت و کعبت کی پستی میں گر چکا تھا اور روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل و حقیر کوئی چیز نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت و عظمت واپس کی اور اس کا کھویا ہوا وقار و اقتدار بحال کیا، اور یہ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی وجود اور گر انقدر جو رہے، ہر ذرہ پوری دنیا میں اس سے زیادہ باعظمت اور محبت و حفاظت کی مستحق اور کوئی شے نہیں۔ آپ ﷺ نے انسان کا درجہ اتنا بلند بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ قرار پایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ جَبِينًا﴾ (البقرة: ۲۹)

① تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، از سید ابوالحسن علی ندوی، ص: ۳۱، ۳۹۔

”وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔“
 جس کے لیے اس نے دنیا پیدا کی چنانچہ قرآن کریم نے انسان کو ”اشرف المخلوقات“
 اور ”صدر کائنات“ بتایا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَجْدِ وَالْبَحْرِ وَالْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (بنی اسرائیل : ۷۰)

”یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی، اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں
 دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں، اور انہیں بہت سی مخلوق پر فضیلت
 عطا فرمائی۔“

جب کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں
 کی زندگیاں موقوف رہتی تھیں، کوئی بادشاہ اٹھتا اور ملکوں کے ملک، قوموں کی قومیں، کھیتوں
 کے کھیت اور آبادیوں کی آبادیاں پامال کرتا چلا جاتا، اور راج ہٹ یا سیاسی تفوق کی خاطر
 خشک وتر کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ آپ ﷺ نے آدم زادوں (انسانوں) پر رحم کرنے کو
 اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی شرط ٹھہرایا ہے۔^①

فضیلتہ الشیخ عبداللہ ناصر رحمائی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ”عقیدہ توحید صرف آخرت کی
 کامیابیوں اور کامرائیوں کی ہی ضمانت نہیں، بلکہ دنیا کی فلاح، سعادت و سیادت، غلبہ و حکمرانی
 اور استحکام معیشت کا علمبردار ہے۔ فلاح کا یہ پرگرام اللہ تعالیٰ نے کون سا سفا پر دی
 گئی اپنی پہلی دعوت جو صرف عقیدہ توحید کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا۔
 ((قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِيدًا حَقًّا)) اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے سورہ تیش و تیرہ
 کا مضمون بھی اسی حقیقت پر شاہد عدل ہے۔

الغرض عقیدہ توحید دونوں جہانوں کی سعادتوں کا سرچشمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے تمام انسانوں اور جنوں کی بھلائی، بہتری اور خیر خواہی کا فیصلہ فرماتے ہوئے، توحید کو ان کا

① سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

مقصد تخلیق قرار دیا، اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں توحید کو ((حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی الْعِبَادِ))

”اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق“ قرار دیا گیا ہے۔^①

عورت کی حیثیتِ عرفی کی بحالی:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے معاشرے کے ایک اہم جزء ”عورت“ کی حیثیتِ عرفی کی بحالی فرمائی، اور اجر و ثواب کے معاملہ میں مساوات مرد و زن کا تصور اجاگر کیا۔ جس سے وہ تمام تر فساد ختم ہو گئے جو عورت کے حوالہ سے مختلف قوموں، ملکوں، اور طبقات میں برپا تھے، آپ ﷺ نے عالمِ انسانیت کو ایسی تعلیمات عطا فرمائیں، جنہوں نے عورت کے وقار و اعتبار کی بحالی اور انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطہ نظر اور اسلامی زاویہ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔^②

آپ ﷺ نے عورتوں کو ملکیت و میراث، خرید و فروخت، شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے (خلع) (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے (اگر وہ اس سے راضی نہ ہو) نیز عیدین، نماز جمعہ میں باجماعت میں شریک ہونے کا پورا پورا حق عطا کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ متعدد حقوق بھی عطا کیے۔ یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ اور جدید اصطلاح میں انہیں احساسِ کمتری سے دور رکھتی ہیں۔

حافظ حامد محمود انصاری رقم طراز ہیں:

”جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے مندرجہ ذیل ارشاد میں پیکرِ عفتِ عورت کو کتنی

اہمیت دی ہے:

((الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.))^③

① توحید إله العالمين، مقدمة: ۱/۳۱، ۳۲.

② تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: المرأة في القرآن للإستاذ عباس محمود العقاد، ص: ۵۱-۵۷.

③ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، برقم: ۳۶۴۹.

”کہ دنیا ساری کی ساری فائدہ ہے، اور اس میں سب سے نفع بخش چیز نیک بیوی ہے۔“

ذرا غور فرمائیے گا! کہ نیک عورت کا کتنا بلند مقام ہے، بھلا کون شخص بد نصیب بنا پائے گا؟ لیکن شیطان کا انتہائی خطرناک حملہ بھی عورت ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے:

((مَا تَرَكَتُ بَعْدِي فِتْنَةٌ أَضْرَّ عَلَى الرَّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ .)) ❶

”میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لیے سب سے خطرناک آزمائش کی چیز عورتوں کو چھوڑا ہے۔“

یہ حدیث بھی درحقیقت عورتوں کا عالی مرتبہ بیان کرتی ہے، کیونکہ اگر کسی ذی شعور کو پرکھا جائے تو کسی عمدہ چیز کا لالچ دے کر ہی پرکھا جاتا ہے کہ یہ اس لالچ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور جب عورت ایسی چیز ہے کہ اس کے لالچ میں سب سے زیادہ مرد پھنسیں گے تو گویا یہ عمدہ چیز ہونے کے ساتھ ساتھ نازک ترین بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيَحْتَكُ يَا أَنْجَشَةَ! رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ .)) ❷

”انجشہ! تم پر افسوس ہے (اونٹوں کو) آہستہ چلاؤ، آگینوں (عورتوں) کا خیال کرو۔“

جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو کالچ کی بنی ہوئی چیز سے تشبیہ دی ہے، جس طرح کالچ تھوڑی سی چوٹ سے بھی ٹوٹ سکتا ہے اور اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح عورت صنفِ نازک ہے، اور اس کا خیال بطور خاص رکھا جائے، یہ اور اسی طرح کی دوسری احادیث ہمیں تعلیم دیتی ہیں کہ عورت مرد کی نسبت کمزور اور قابلِ رحمت و شفقت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۰۹۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ۶۱۴۹.

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لَا اَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لَا اَهْلِي .))^①

”تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال سے اچھا برتاؤ کرتا ہے اور میں اپنے اہل و عیال سے تم سب میں سے بہترین ہوں۔“

کوئی شخص کتنا بھی نیک ہو جب تک اپنے گھر والوں سے جن میں بیوی سرفہرست ہے مرد کا سلوک اچھا نہیں، یہ حدیث اسے بہتر مسلمان قرار نہیں دیتی۔

آپ ﷺ نے عورت کی پیدائشی کمزوری کے پیش نظر اس کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو نظر انداز کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَاِنَّهِنَّ خُلُقْنَ مِنْ ضَلَعٍ ، وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضَّلَعِ اَعْلَاهُ ، فَاِنْ ذَهَبَتْ تَقِيْمُهُ كَسَرَتْهُ ، وَاِنْ تَرَكَتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا .))^②

”عورتوں کو بھلائی کی وصیت کرتے رہو، کیونکہ یہ پِلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پِلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اوپر والی ہے، تم اگر اس کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا شروع ہو جاؤ گے تو اسے توڑ بیٹھو گے، اور اگر یہ کوشش ترک کر دو گے تو بدستور ٹیڑھی رہے گی، بس تم عورتوں کو بھلائی کی وصیت کرتے رہا کرو۔“

لیکن پِلی سے پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے نیکی اور بھلے کاموں کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی؟ نہیں ایسے ہرگز نہیں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ .))^③

”کوئی مومن مرد، مومنہ عورت سے ناراض نہ ہو، اگر عورت کی ایک عادت

① سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم: ۲۰۰۸، البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۱۸۶۔

③ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، رقم: ۳۶۴۵۔

ناپسندیدہ ہے تو دوسری پسندیدہ ہے۔“

حدیث پاک کا مطلب ہے کہ مومن مرد کو اپنی مومنہ بیگم کی ان عادتوں سے جو اسے پسند نہیں صرف نظر کرنا چاہیے کہ انسان ہے، پھر مرد سے کمزور بھی، اور اس کی اچھی عادات کی قدر کر کے بیگم سے عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔

قارئین کرام! آپ نے احادیث کے حوالہ سے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیتا ہے یعنی مرد شوہر ہونے کے ناطے سے اپنی بیگم سے انسانیت سوز سلوک قطعاً نہیں کر سکتا۔ مزید برآں اسلام کہتا ہے کہ:

عورت انسان ہے:

اسلام عورت کو مکمل انسان قرار دیتا ہے، اس نے جہاں بھی ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ یا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کہہ کر خطاب کیا، وہاں مرد اور عورت دونوں مراد لیے جاتے ہیں، پیدائش کے اعتبار سے بھی مرد اور عورت برابر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔“ (النساء: ۱)

ذمہ داری کے اعتبار سے بھی مرد و زن یکساں ہیں۔ قرآن کریم کے نزدیک شیطان نے ان دونوں کو بہکایا، دونوں کو شجر ممنوعہ کا پھل کھلایا، پھر دونوں نے اللہ کے حضور توبہ کی۔ عمل کے بدلے میں بھی مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت وہ بدلے سے محروم نہ رہے گا۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (المؤمن: ۴۰)

”جو شخص برا عمل کرے گا، اسی جیسا بدلہ دیا جائے گا، اور جو اچھا عمل کرے گا،

چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہوگا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں

گے، جہاں انھیں بے حساب روزی ملتی رہے گی۔“

اسی طرح پابندی قانون میں بھی مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ معاشرے کی

اصلاح کی ذمہ داری میں بھی دونوں یکساں شریک ہیں۔

مرد و عورت میں اشتراک کے مندرجہ بالا تمام پہلو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت ایک مکمل شخصیت کی مالک ہے، عورت ایک انسان ہے۔
حق ملکیت و تصرف:

ملکیت کے حق میں بھی مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں، اور اسی طرح اس کے تصرف میں بھی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ﴾ (النساء: ۳۲)

”مردوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے، اور عورتوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے۔“

یاد رہے کہ آمدنی کے لیے جدوجہد کرنے اور کوئی پیشہ اختیار کرنے کا حق جس طرح مرد کو ہے، اسی طرح عورت کو بھی حاصل ہے، مثلاً گھر میں بیٹھ کر سلائی کرنا، اور ڈاکٹرز کا بیمار اور زخمی عورتوں کا علاج کرنا، گرلز کالجز و یونیورسٹیوں میں پڑھانا وغیرہ وغیرہ۔
حق وراثت:

اسلام نے عورت کو ورثے میں حق دار ٹھہرایا ہے۔ بیٹی ہونے کی حیثیت سے وہ بھائیوں کی شریک ہے، ماں کی حیثیت سے وہ باپ کے ساتھ شریک ہے، اور شوہر کی وراثت میں بھی بیوی کا حصہ مقرر ہے، یہ جسے قرآن حکیم نے مقرر کیے ہیں۔ (دیکھئے: النساء: الآیة: ۱۱، ۱۲)
ان کا عورت سے چھیننا حدودِ الہی کی خلاف ورزی ہے۔ حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے والے کو اللہ نے وعید شدید سے بایں الفاظ ڈرایا ہے۔

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا يَدْخُلُهُ نَارُ آخِلَادٍ فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (النساء: ۱۴)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی (مقرر کردہ) حدوں کو تجاوز کرے گا، اُسے اللہ آگ میں داخل کرے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔“

وراثت میں عورت کے حقوق کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ باپ کی وراثت کی تقسیم کے لیے لڑکی کے حصے کو بنیادی اکائی کا درجہ حاصل ہے، مگر ہمارے معاشرے میں عورت وراثت سے محروم ہے۔ عورت مالک نہیں بلکہ مُلک سمجھی جاتی ہے۔ اسے مالک بننے سے محروم کرنا ہمارے معاشرے کا ایک ظلم ہے۔

معاشرتی قدر و منزلت اور وقار:

معاشرتی قدر و منزلت اور عزت و وقار میں بھی عورت و مرد یکساں ہیں، کلام پاک میں تحفظ ناموس مرد و زن کے سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّغَابِ بِبِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (الحجرات: ۱۱)

”اے ایمان والو! ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے مذاق اڑانے والیوں نے بہتر ہوں، اور تم اپنے مسلمان بھائیوں پر طعنہ زنی نہ کرو، اور ایک دوسرے کو برے القاب نہ دو، ایمان لانے کے بعد مسلمان کو برا نام دینا بڑی بری شے ہے، اور جو ایسی بدزبانی و بداخلاقی سے تائب نہیں ہوں گے، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اور پھر عورت کی عزت کا تحفظ اسلامی معاشرے پر بطور خاص لازم ہے۔

نبی ﷺ نے جو معاشرہ قائم فرمایا تھا، اس کی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی تھی:

”کہ ہودج میں ایک عورت اکیلی حیرہ سے سفر کرے گی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا

طواف کرے گی، اور اللہ کے سوا کسی کا بھی خوف نہ ہوگا۔“^①

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۹۵.

لیکن ہمارے معاشرے میں اس معیار کی جلوہ نمائی دیکھنا چاہیں تو سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

حق مہر:

مہر وہ معاوضہ ہے جو عورت اپنی آزادی کے عوض نقد یا جنس کی صورت میں مرد سے وصول کرتی ہے، یہ مال خالصتاً عورت کا حق ہے، وہ اس مال میں تصرف کی مختار ہے، کسی کو اس کے اس حق میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں، مہر عورت کا ایسا حق ہے جو اس میں خود اعتمادی اور عزت نفس پیدا کرتا ہے، اس کی مقدار کا تعین مرد کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے جو وہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ تب جا کر وہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ مالی بوجھ کے بدلے عورت کا بحیثیت بیوی حصول مرد پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ عورت نہایت قیمتی متاع ہے، وہ قابل قدر ہستی ہے۔ اس کی حفاظت، اس کا احترام، اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی اسے حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح مشکل سے حاصل ہونے والی اپنی بیوی کی وہ قدر بھی کرے گا اور اس کا ہر لحاظ سے خیال بھی رکھے گا، وہ اپنی بیوی کے لیے حق طلاق استعمال کرتے ہوئے سوچے کہ وہ اس کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے بعد دوسری بیوی حاصل بھی کر پائے گا یا نہیں؟

شوہر کے انتخاب کا اختیار اور حق خلع:

ایجاب و قبول مرد و زن کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس میں ولی کی رضا مندی شرط ہے، لیکن ولی کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ عورت کو اس کی مرضی کے خلاف جس کے ساتھ چاہے رشتہ ازدواج میں باندھ دے، صرف باپ کو اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے کی اجازت ہے، تاہم اگر لڑکی کو وہ نکاح ناپسند ہو تو وہ اس نکاح کو منسوخ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ عہد نبوی ﷺ میں ہوا ہے۔

حجاب:

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اسلام کے نزدیک عورت ایک مکمل انسان ہے کہ وہ نوع کے

اعتبار سے برابر مگر جنس کے اعتبار سے مختلف ہے۔ حجاب عورت کا حق بھی ہے اور فرض بھی۔ حق اس طرح کہ کسی معاشرے یا فرد کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ عورت کو بے حجاب ہونے پر مجبور کرے، اور فرض اس طرح کہ عورت اپنے جسم کی نمائش نہ کرتی پھرے۔ اپنی حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو حجاب میں رکھنا عورت کے لیے باعث عزت و شرف ہے، پردہ شرافت کی علامت ہے۔

ہمارے معاشرے میں پردے کی عملی شکل موجود ہے، عام طور پر خواتین احکام حجاب کا خیال رکھتی ہیں اور پابندی کی کوشش کرتی ہیں۔ ایک قلیل سا طبقہ ہے جس کی عورتیں بے حجابانہ گھومتی ہیں یا پھر شو بزز سے تعلق رکھنے والی اداکارائیں اسلامی حجاب کی سخت خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہیں جو معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔“

(مقدمہ، پانچ سو نھیستیں)

قارئین! یہ اس مقام بلند کی چند جھلکیاں ہیں جو اسلام نے عورت کو دیا ہے۔ انہی تعلیمات کے نتیجے میں نبی کریم ﷺ کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتین اسلام میں معلمات، مربیات، مجاہدات، ادیب و مصنف، حافظات قرآن، احادیث کی روایات اور عبادات و زہدات کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جو معیاری اور مثالی معاشرہ قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ جب کہ اسلام سے پہلے عورت کی یہ حیثیت عربی کسی بھی نظریے، مذہب اور نظام میں نہیں پائی جاتی۔

دین و دنیا کا اجتماع:

قیام امن کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ انسانی زندگی میں دین و دنیا کا اجتماع پیدا کیا، دین جب کہ قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جس میں ایک دین کے لیے اور دوسرا دنیا کے لیے مخصوص تھا، اسی طرح اس کڑوا ارضی کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ دینی لوگوں کا تھا، اور دوسرا دنیا داروں کا تھا۔ اور یہ دونوں حصے صرف الگ ہی نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی، دونوں کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی تھی، اور دونوں میں

پنجہ آزمائی اور رسہ کشی جاری تھی کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق انسان دو کشتیوں میں بیک وقت سوار نہیں ہو سکتا ہے، اور معاشی آسودگی اور خوشحالی دارِ آخرت اور خالق کائنات سے غفلت برتے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی، اس طرح حکومت و سلطنت کو دینی و اخلاقی تعلیمات اور اللہ کے خوف سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کیے بغیر نہیں گذاری جاسکتی۔ پھر اس صورتِ حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کر دیا جو فطری بشریت کو روحانی تزکیہ اور قربِ الہی کی راہ میں اسے بڑی آڑ اور رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اور جنہوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام و ظالمانہ تعلیمات کے ذریعہ اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے دین کو ایسی وحشت ناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا تھا کہ جس سے اس کے ماننے والوں کے روٹگئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں آخر کار دین کا حلقہٴ اثر بُری طرح سمٹنے لگا۔ اور نفسانیت اور خواہش پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی، اور دنیا و مافیہا کے درمیان ڈولنے لگی پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عیش گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے دین و دنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب جماعتوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسراپیکار، اور کھلی دشمنی، اور مسلسل نفرت کا شکار تھیں)، صلح و صفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا، اور امن و اتحاد کے ساتھ جینا سکھایا۔ اپنے اس کارنامے کی روشنی میں نبی کریم ﷺ ”رسول وحدت“ اور بیک وقت ”بشیر و نذیر“ نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کو دو جنگ آزماحمازوں سے اٹھا کر ایمان و احتساب، انسان نوازی اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا۔ اور ہمیں یہ جامع اور وسیع المعنی دعا سکھادی۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(البقرة: ۲۰۱)

”ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما، اور آخرت میں بھی نعمت بخش، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

اس طرح نبی کریم ﷺ نے دین و دنیا کی علیحدگی کے نظریہ کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت اور ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا، اور انسان کو متحارب و متضادم چھاونیوں سے نکال کر ایک متحد محاذ پر لاکھڑا کیا، جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گڈری میں، عابد و زاہد اور ملوک و امراء کی پوشاک میں نظر آئیں گے، جو حلم و برداشت کے پہاڑ، علم و حکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت میں کوئی تضاد اور بے اعتمادی نظر نہ آئے گی۔ ❶

حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ:

نبی کریم ﷺ نے امن کے قیام کے لیے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ فرمایا جو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے امن و عافیت اور سکون و قرار کے ساتھ بسر کرنے کا ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے، ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بد چلنی روکی جائے اور معاشرے میں بد نظمی و بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سزا سخت رکھی گئی جن کا برا اثر نہ صرف اصل مجرم ہی تک محدود رہتا ہو، بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہو، اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں، حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے۔ پس اس وقت تک کوئی نظام امن و امان کا نظام نہیں کہلا سکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدباب کے لیے معمولی سزائیں اور محض ترغیب و ترہیب پر اکتفا کیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے، جو نظام امن کے لیے کسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو، تو اسے ایسی سخت

❶ تہذیب و تمدن پر اسلام کے احسانات و اثرات، ص: ۸۷، ۱۰۰۔

اور عبرتاً سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ اس کے دوبارہ کرنے سے باز آ جائے، بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف کوئی طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں، اور ارتکابِ جرم کی ہمت و جرأت نہ کر سکیں۔ اسلامی حدود و تعزیرات میں اسی اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر بعض جرائم کے لیے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان! خطرناک جرائم کی سزائیں کسی ظالمانہ اصول پر مبنی نہیں، بلکہ انتہائی عادلانہ حکمت اور مصالحِ امن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

جب انسان اپنی حیوانیت سے مغلوب ہو کر اس ممنوع فعل کی طرف اقدام کرتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صنفِ نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہشِ نفس کا مرکز بن جاتا ہے، اور ہر شخص اس سے اپنی آتشِ نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتکِ عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خوں ریزی اور باہمی جنگ و پیکار بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اجماعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ امن پر حملہ آور ہو کر تہذیب و معاشرت کی متاع کو تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے سزا بھی سخت رکھی ہے کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے 100 کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا، صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شہہ کی بنا پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں اور امن و امان کی صورتِ حال تہہ و بالا ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کے مرتکب کو شریعتِ اسلامیہ نے کوڑے لگانے کا

حکم صادر فرمایا ہے۔

چوری:

انسان جب کسب معیشت کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پا کر اور کفاف زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے، بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت ترین تجویز کی ہے کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی و قزاقی:

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے امن عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور محض ہوتا ہے۔ لہذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے شریعت اسلامیہ نے جلا وطنی و قتل کی سزا رکھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

شراب نوشی:

عقل انسان کا ایک ماہ الا تمیاز جو ہر ہے جو اثری فوز و فلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے، اسی کی بدولت وہ خیر و شر اور صحیح و غلط میں فرق و تمیز کرتا ہے، جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل و بے کار اور تعقل و تفکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالم بد مستی و مدہوشی میں وہ وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شریعت اسلامیہ نے کوڑے کی سزا متعین کی ہے۔

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے چند ہیں، جن کے مہلک جرائم نظام امن و امان کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ”دین امن“ اور پیغمبر امن ﷺ نے ان جرائم کی سزا مقرر کرتے وقت صرف زجر و توبیح پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ہر جرم

کی تباہ کاریوں کی نوعیت کو ملحوظ رکھ کر سزائیں متعین کیں، چنانچہ جو جرم نظام امن کی بربادی کے لیے جس قدر زیادہ تباہ کن تھا اس کی سزا بھی اسی قدر سخت و عبرتناک مقرر کی گئی۔ اور پھر نبی کریم ﷺ کا حکیمانہ اسلوب و انداز یہ ہے کہ برائی اور جرم کے خاتمہ کے لیے اس کے اسباب و عوامل کو بھی ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ زنا اور بدکاری سے ہی منع نہیں فرمایا بلکہ غیر محرم کو دیکھنے، تہائی میں اس کے ساتھ بیٹھنے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر جانے اور منک منک کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔ شراب نوشی سے منع فرمایا تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا، جن میں یہ تیار کی جاتی تھی۔ قتل ناحق سے ہی نہیں روکا، بلکہ قتل پر اعانت، اشارہ قتل، سرعام نگلی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش سے بھی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اختلاف و انتشار اور قطع تعلقی و لڑائی جھگڑے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ گالی گلوچ، طعن و ملامت، تباہی بالالقباب، بغض و حسد اور عناد و غیض و غضب سے بھی روک دیا جو عموماً لڑائی جھگڑے اور اختلاف و قطع تعلقی کا سبب بنتے ہیں۔ تاکہ، نہ رہے بانس نہ بے بانسری۔

قیام امن یا داخلی حکمت عملی:

افضل الرحمن رقم طراز ہیں:

سرور عالم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں امن نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتی تھیں اور ہر طرف عداوت و کینہ اور فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ نہ راستے محفوظ تھے اور نہ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ تھی۔ حضور ﷺ اپنے ساتھ خون اور قرابت کے رشتے سے کہیں مضبوط دین کا ایسا رشتہ لائے جس سے اتحاد و یگانگت کے انوار کی بارش ہونے لگی۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی تو چند سال کے اندر اندر سارے عرب میں امن کی ایسی فضاء قائم ہو گئی کہ ایک ہودج نشیں عورت بھی تن تہا کسی خوف و خطر کے بغیر سینکڑوں میل کا سفر طے کر سکتی تھی۔ داخلی حکمت عملی میں جہاں آپ ﷺ نے حدود اللہ کو سختی

سے نافذ فرمایا وہاں اپنے موعظہ حسنہ سے مسلمانوں کو اتحاد و اخوت کی نہایت مستحکم لڑی میں پرودیا۔ ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا اور ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی اور اس کی عزت و آبرو کا محافظ بنایا۔

مشرکین مکہ نے نہ صرف دعوتِ حق کی زبردست مخالفت کی تھی بلکہ اہل حق کو وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بار بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہی سبب تھا کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک دشمن اور معاند قوم کی حیثیت دی اور ان سے قتال روا رکھا لیکن ۶ھ میں جب انہوں نے مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ ﷺ نے بھی اس سے انکار نہیں فرمایا اور یوں صلح نامہ حدیبیہ معرض وجود میں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مشرکین نے صلح نامہ کی پابندی نہ کی اور حضور ﷺ کو انہیں مطیع کرنے کے لیے طاقت استعمال کرنی پڑی؛ تاہم جب وہ مغلوب ہو گئے تو حضور ﷺ نے سب کو معاف فرما دیا اور ان سے ایسا حسن سلوک کیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی طرح حضور ﷺ نے غیر مسلموں (یہود و نصاریٰ) سے امن و صلح اور باہمی تعاون کے معاہدے کیے۔ ساتھ ہی متعدد قبائل سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ غرض آپ ﷺ کی داخلی حکمت عملی سراسر امن و صلح پر مبنی تھی۔ اس کا مقصد طاقت کے بل پر لوگوں پر غلبہ یا آس پاس کے علاقوں پر قبضہ جمانا نہ تھا بلکہ ایک پر امن معاشرہ قائم کرنا تھا جس کے تمام افراد ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے کے پابند ہوں۔

خارجہ حکمت عملی:

حضور ﷺ نے جو خارجہ حکمت عملی اختیار فرمائی وہ بے مثال تدبیر و فراست اور آئین جہانبانی کی آئینہ دار تھی۔ اس کا احاطہ کرنا ایک مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہم یہاں صرف اس کے چند نمایاں پہلوؤں کا ذکر کریں گے:

۱۔ آپ ﷺ نے عرب کی سرحدوں کو بیرونی خطرات سے محفوظ کر دیا۔

۲۔ یمن، عمان اور بحرین کو مجوسی ایران کے پنجے سے نجات دلائی۔

۳۔ شام سے متصل عرب علاقوں (دومتہ الجندل، ایلہ، جربا، اذرح وغیرہ) سے رومیوں کے اثر و رسوخ اور غلبے کا خاتمہ کر دیا۔

۴۔ پڑوسی ممالک کے فرمانرواؤں کو خطوط بھیج کر اسلام کی دعوت دی۔

۵۔ بیرونی دشمن کو اپنے ملک میں گھسنے کا موقع دینے کے بجائے آگے بڑھ کر سرحد پر اس کا مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ تبوک کا پر صعوبت سفر اسی مقصد کے لیے تھا۔

۶۔ سفیروں اور قاصدوں کی جان کے تحفظ کو اپنی حکومت کا اصول قرار دیا۔ اگر کسی دوسرے حکمران نے اس اصول کی خلاف ورزی کی تو اس کے خلاف جہاد کیا۔

حضور ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر از دی بنی النبیذہ کو بقاء کے حاکم نے شہید کر ڈالا تو آپ ﷺ نے ان کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ غزوہ مویہ اسی سلسلے میں پیش آیا۔^①

نئی تبدیلی..... بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط:

حافظ افروغ حسن رقم طراز ہیں: ”رحمۃ للعالمین ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد یکم محرم ۷ ہجری کو صبح کی مجلس میں اپنے وفا شعار ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام روئے زمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس رحمت کو دنیا والوں میں بانٹو۔ اٹھو اور ساری دنیا کو حق کی دعوت دو۔“

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پڑوسی ممالک کے فرمانرواؤں اور رئیسوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھوائے اور انہیں پہنچانے کے لیے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا جو اپنی ایمانی قوت، کردار کی پختگی، عزم و حوصلہ کی بلندی اور اپنے فہم و شعور کی بدولت اس اہم کام کے لیے نہایت موزوں تھے۔

گو ان دعوتی خطوط کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد سے شروع ہو کر غزوہ تبوک ۹ ہجری تک

① اردو ذالحمست رحمۃ للعالمین نمبر: ۲۰۱/۲-۲۰۲۔

جاری رہا اور ایسے مکاتیب نبوی کی تعداد بعض محققین کے نزدیک اڑھائی سو تک جا پہنچی ہے لیکن ہم اس مضمون میں صرف ان پانچ مکاتیب پر روشنی ڈالیں گے جو اس مہم کے پہلے ہی روز یعنی یکم محرم ۷ ہجری کو لکھے گئے اور اسی دن یہ سفارتی مہمیں روانہ کر دی گئیں۔

مختلف اقوام اور ممالک کو اسلام کی دعوت امن و سلامتی پہنچانے اور مختلف علاقوں میں دین حق کی حقانیت کو عام کرنے میں تاریخی طور پر ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جن ملکوں اور قوموں کے سربراہوں اور فرمانرواؤں کو یہ خطوط بھیجے گئے چند ہی برسوں میں وہاں اللہ کے آخری نبی ﷺ کا لایا ہوا حیات بخش نظام زندگی پوری طرح غالب ہو کر رہا۔ اس طرح ان مقدس اور بابرکت خطوط نے اس لشکر کے ہراول دستے کی حیثیت اختیار کر لی جس نے کفر و باطل، ظلم و جور اور انسانیت کش قوتوں کے غرور کو پاش پاش کر کے امن و عافیت، عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کا علم بلند کیا۔

ان دعوتی خطوط کو لکھنے اور بھیجنے کے لیے وقت کا انتخاب، ان کی عبارت میں اختصار، ایجاز، مکتوب الہیم کے ذہنی، نفسیاتی اور معاشرتی حالات کا لحاظ اور موزوں ترین سفیروں کا چناؤ ایسی باتیں ہیں جنہوں نے ان خطوں میں زبردست انقلاب آفریں قوت تاثیر پیدا کی اور یہ سب باتیں رحمت للعالمین ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں اور مدبرانہ قابلیتوں کا معجزانہ شاہکار ہیں۔ ان مکاتیب کا ہر لفظ اور ہر فقرہ حضور اکرم ﷺ کی اس غیر متزلزل خود اعتمادی کا شاہکار ہے جس سے صرف ایک ایسے داعی کا دل اور ذہن ہی لبریز ہو سکتا ہے جسے یہ پختہ یقین ہو کہ وہ اس کائنات کے شہنشاہ کا اس روئے زمین پر نمائندہ اور رسول اور اس کی مدد اور نصرت اس کے شامل حال ہے نیز اس بات پر اس کا ایمان ہو کہ خدا کا دین اس خطہ زمین پر مغلوب ہونے کے لیے نہیں بلکہ غالب ہو کر رہنے کے لیے آیا ہے۔

اب ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ان حکمتوں کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے ان دعوتی خطوط کی اثر آفرینی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا، جن کی بدولت ان کے حیرت انگیز نتائج مرتب ہوئے۔

موزوں وقت کا انتخاب:

صلح حدیبیہ ایک ایسا باہرکت اور تاریخ ساز موقع ہے جس نے حالات کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔ اسی موقع پر قریش مکہ نے پہلی مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں قائم شدہ نئی اسلامی مملکت کا سربراہ تسلیم کرتے ہوئے آپ ﷺ سے امن کا معاہدہ کیا۔ گویا اس معاہدے کے بعد صرف قریش ہی نے نہیں بلکہ ملک کے تمام قبائل نے مدینے کی ریاست کی سیاسی حیثیت کو مان لیا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف اطراف سے قبائل کے وفود جوق در جوق نئی ریاست کے دار الخلافہ پہنچ کر سربراہ مملکت سے دوستی کے معاہدے طے کرنے لگے۔

اب محمد ﷺ کی حیثیت صرف ایک مذہبی راہنما اور مبلغ کی نہ تھی بلکہ ایک ایسی حکومت کے صدر کی تھی جسے سیاسی طور پر ملک کی عظیم اکثریت نے باقاعدہ تسلیم کر لیا تھا۔ وقت کے اس موزوں انتخاب نے دعوتی خطوط کو ایک ایسی سیاسی قوت و طاقت بھی عطا کی جس کے بغیر فرمانرواؤں اور مطلق العنان حکموانوں کی توجہات کو کم ہی مائل کی جاسکتا ہے۔

مہر کا استعمال:

رسول اکرم ﷺ نے جب فرمانرواؤں کے نام مکتوب گرامی بھیجنے کا فیصلہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ شاہان عجم کسی اسی تحریر یا خط کو قابل مطالعہ سمجھتے ہیں اور نہ لائق اعتنا جس پر مہر ثبت نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے فوراً چاندی کی ایک ایسی انگشتری تیار کرائی جس کے نگینے پر آپ ﷺ کا اسم ذات اور خدا کا عطا کردہ آپ ﷺ کا منصب نقش کیا گیا۔ الفاظ اس ترتیب سے درج کیے گئے کہ سب سے اوپر 'اللہ' اس کے نیچے 'رسول' اور اس کے نیچے 'محمد' تحریر کیا گیا۔ گویا اس کی شکل اس طرح تھی:



مہر کے استعمال سے آپ ﷺ کے مکتوبات گرامی کو شاہی درباروں کے رسم و قواعد کے مطابق باضابطہ سرکاری مراسلہ جات کی حیثیت حاصل ہو گئی جس کے بعد بڑے سے بڑے حکمران کے لیے بھی ان سے بے اعتنائی اور لاپرواہی کا سلوک روا رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اسی بنا پر یہ مکتوبات بھرے درباروں میں پڑھے گئے۔

مکتوبات نبوی ﷺ کی خصوصیات:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے ان بابرکت خطوں کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتی ہے گویا سرنامہ کی ابتدا ہی اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے کہ اس کے ذریعہ جس ہدایت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور جس مقدس مشن کی طرف بلاوا دیا جا رہا ہے وہ کسی جابر و قاہر انسان کی جبروت و سطوت کو قائم کرنے کا پروگرام یا منشور نہیں بلکہ اس مشن اور پیغام کا تعلق اس خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے وابستہ ہے جو اپنے بندوں کے لیے سراپا رحمت و شفقت ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضور ﷺ کے تمام مخاطب فرمانروا خدا کے اس نام ”اللہ“ سے واقف بھی تھے اور شناسا بھی۔

۲۔ ہادی برحق ﷺ کے تمام دعوتی خطوط نہایت مختصر اور جامع ہیں بلکہ دنیائے ادب میں ایجاز و اختصار کا نہایت حسین و جمیل اور دلکش و دل پذیر مرقع ہیں۔ اصل بات بغیر کسی تکلف کے براہ راست بیان کر دی گئی ہے۔ یہ الفاظ کا بہیر پھیر ہے نہ عبارت آرائی۔

۳۔ ہر مکتوب میں مخاطب کی نفسیات، اس کے معتقدات اور اس کے معاشرتی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے بلیغ انداز میں اصل مقصد کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ پھر اس کے لیے دعوت حق کو یکسر مسترد کر دینا خاصا مشکل ہو گیا۔ وہ مجبور ہو گیا کہ صحرائے عرب کی طرف سے آنے والی اس ندائے حق پر کان دھرے اور اس پر غور کرے۔ مثلاً وہ فرمانروا جو مذہباً عیسائی تھے انہی کے عقائد کو بنیاد بنا کر اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

۴۔ ان مکتوبات گرامی کی سب سے اہم خصوصیت آنحضرت ﷺ کی وہ بے پناہ خود اعتمادی ہے جس نے بڑے بڑے سرکش اور قد آور شہنشاہوں کے ایوانوں میں تہلکہ مچا

دیا اور ان کے تعمیر کردہ غرور و نخوت کے ناقابل تسخیر قلعوں کی بنیادیں ہل گئیں اور ان کے خود ساختہ عظمت و رفعت کے تصورات ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئے۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس دور میں شاہی مراسلت اور خط کتابت کا یہ انداز مسلمہ قاعدے کی حیثیت حاصل کر چکا تھا کہ خط لکھنے والا خط کی ابتداء میں مکتوب الیہ کا نام مع القابات تحریر کرتا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ مکتوب الیہ کا احترام کیا گیا ہے اور اسے عزت دی گئی ہے۔ کاتب اپنا نام اس کے بعد درج کرتا تھا، لیکن آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ جو صرف مدینے کی ریاست کے سربراہ ہی نہ تھے بلکہ وہ اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر بھی تھے، آپ ﷺ کے اس منصب نے آپ ﷺ کو وہ اعزاز اور وہ شرف عطا کر دیا تھا جس میں اس روئے زمین پر موجود کوئی انسان، کوئی حکمران اور کوئی شہنشاہ شریک تھا نہ ہم پلہ۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس بلند ترین منصب کے عز و شرف کا اظہار بغیر کسی جھجک کے اپنے ان دعوتی خطوں میں بھی کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے ہر خط میں اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنا اسم گرامی پہلے تحریر کرایا اور مکتوب الیہ کا نام اس کے بعد۔ گو مکتوبات کے اس طرز تحریر سے کچھ مخاطبین شروع میں چراغ پا بھی ہوئے لیکن جلد ہی بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

سفیروں کا انتخاب:

رحمت عالم ﷺ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے پاس پیغام حق پہنچانے کے لیے سفارتی ذمے داریاں جن افراد کو سونپیں، انہوں نے اپنے طرز عمل اور اپنی فہم و بصیرت سے ثابت کر دیا کہ وہ ان عظیم مناصب کے لیے نہایت موزوں تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی سفارتوں کے نتیجہ خیز اور کامیاب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس ملک، جس قوم اور جس علاقے کی طرف بھی آپ ﷺ نے اپنی سفارت بھیجی تو اس کام پر ایسے شخص کو مامور کیا جو اس علاقے کی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ وہ وہاں کے باشندوں سے ان کی زبان میں بلا تکلف بات چیت کر کے اپنے دعوتی مشن کو عمدہ پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ نیز وہ وہاں کے جغرافیائی اور معاشرتی حالات اور وہاں کے

رسم و رواج اور لوگوں کے اطوار و عادات پر گہری نگاہ رکھتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام جو دعوتی سفارتیں روانہ کیں، ان بادشاہوں اور ان کی طرف جانے والے سفیروں کے نام درج ذیل ہیں: ❶

شہر	سیران نبوی ﷺ کے اساتذہ گرامی	نام	رقم
یروشلم	سیدنا وحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	قیصر روم، ہرقل	۱
مدائن	سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	کسریٰ ایران، خسرو پرویز	۲
اکسوم	سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	نجاشی حبشہ، اصحٰمہ ابن ابجر	۳
اسکندریہ	سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	شاہ مصر، مقوقس	۴
بحرین	سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	حاکم بحرین، مندربن ساوی	۵

۱۔ قیصر شاہ روم کے نام خط

صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس گرامی نامہ کی نص مروی ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ وہ مکتوب یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ))

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّومِ .
 سَلَامٌ عَلٰى مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰى ، اَمَّا بَعْدُ : فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ
 الْاِسْلَامِ ، اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ ، يُوْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرْتَيْنِ ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ
 فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّنَ ، وَ ﴿ قُلْ يَا هٰٓءِلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
 سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

❶ اردو ڈائجسٹ، رحمة للعالمین نمبر: ۲۰۳/۲-۲۰۷.

بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

(آل عمران: ٦٤) ❶

”اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہر قتل عظیم روم کی طرف۔ اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دو بار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو، ہم مسلمان ہیں۔“

اس گرامی نامہ کو پہنچانے کے لیے دجیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ یہ خط سربراہ بصری کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچا دے گا۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آیا اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہر قتل نے اس کو قریش کی ایک جماعت سمیت بلوایا۔ یہ جماعت صلح حدیبیہ کے تحت رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان طے شدہ عرصہ امن میں ملک شام تجارت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ یہ لوگ ایلیاء (بیت المقدس) میں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ ❷ ہر قتل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا۔ اس وقت

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الخ، رقم: ٧ و ٢٩٤١۔

❷ اس وقت قیصر اس بات پر اللہ کا شکر بجالانے کے لیے حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) گیا ہوا تھا کہ اللہ نے اس کے ہاتھوں اہل فارس کو شکست فاش دی۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ٩٩/٢) اس کی تفصیل یہ ہے کہ فارسیوں نے خسرو پرویز کو قتل کرنے کے بعد رومیوں سے ان کے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کی شرط پر صلح کر لی اور وہ صلیب بھی واپس کر دی جس کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی۔ قیصر اس صلح کے بعد صلیب کو اصل جگہ نصب کرنے اور اس فتح مبین پر اللہ کا شکر بجالانے کے لیے ٦٢٩ء یعنی ٤ھ میں ایلیاء (بیت المقدس) گیا تھا۔

اس کے گردا گرد روم کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ پھر اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلا کر کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے تمہارا کون سا آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبتی تعلق رکھتا ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا، میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا، اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اس کی پشت کے پاس بٹھا دو۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں اس شخص سے اس آدمی (نبی ﷺ) کے متعلق سوالات کروں گا۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا۔

ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد پہلا سوال جو ہرقل نے مجھ سے آپ کے بارے میں کیا وہ یہ تھا کہ تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟
میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟
میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟
میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟
میں نے کہا: بلکہ کمزوروں نے۔

ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟
میں نے کہا: بلکہ بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہ ملا۔

ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ ہے۔ وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیز، پاک دامنی اور قربابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ”تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص (نبی ﷺ) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے اور دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔“

اور میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔

اور میں نے دریافت کیا کہ کیا اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتلایا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے۔

اور میں نے یہ دریافت کیا کہ کیا جو بات اس نے کہی ہے اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اسے جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور؟ تو تم نے بتایا کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشارت جب دلوں میں گھس جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔

میں نے یہ بھی پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے، اور نماز، سچائی اور پرہیزگاری و پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔

تو جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا، اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔“

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں آوازیں بلند ہوئیں اور بڑا شور مچا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا اور ہم باہر کر دیئے گئے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابو کبشہ ❶ کے

بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں کر دیا۔

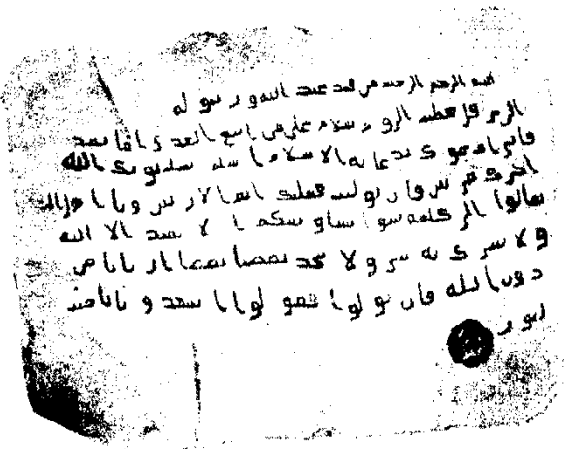
یہ قیصر پر نبی ﷺ کے نامہ مبارک کا وہ اثر تھا جس کا مشاہدہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نامہ مبارک کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے رسول اللہ ﷺ کے اس نامہ مبارک کو پہنچانے والے یعنی دجیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ لیکن حضرت دجیہ رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر واپس ہوئے تو حسمی میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا۔ حضرت دجیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اپنے گھر کے بجائے سیدھے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تفصیل سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں پانچ سو صحابہ کرام کی ایک جماعت حسمی روانہ فرمائی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قبیلہ جذام پر شیخون مارکر ان کی خاصی تعداد کو قتل کر دیا اور ان کے چوپایوں اور عورتوں کو ہانک لائے۔ چوپایوں میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے تھے۔

چونکہ نبی ﷺ اور قبیلہ جذام میں پہلے سے مصالحت کا عہد چلا آ رہا تھا اس لیے اس قبیلہ کے ایک سردار زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے جھٹ نبی ﷺ کی خدمت میں احتجاج و فریاد کی۔ زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے کچھ مزید افراد سمیت پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت دجیہ رضی اللہ عنہ پر ڈاکہ پڑا تھا تو ان کی مدد بھی کی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے ان کا احتجاج قبول کرتے ہوئے مال غنیمت اور قیدی واپس کر دیئے۔^①

① ابوکبہ کے بیٹے سے مراد نبی ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ابوکبہ آپ ﷺ کے دادا یا نانا میں سے کسی کی کنیت تھی، اور کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے رضاعی باپ (حلیہ سعدیہ رضی اللہ عنہما کے شوہر) کی کنیت تھی۔ بہر حال ابوکبہ غیر معروف شخص ہے اور عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی تنقیص کرنی ہوتی تو اسے اس کے آباؤ اجداد میں سے کسی غیر معروف شخص کی طرف منسوب کر دیتے۔

② بنو الاصر (اصفر کی اولاد۔ اور اصفر کے معنی زرد، یعنی پیلا) رومیوں کو بنو الاصر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ روم کے جس بیٹے سے رومیوں کی نسل تھی وہ کسی وجہ سے اصفر (پیلے) کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔

③ الرحیق المختوم، ص: ۴۸۳-۴۸۷.



اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو رومی پیر پاور کے بادشاہ ہرقل کو لکھا گیا..... یہ خط آج اصلی حالت میں دریافت ہو چکا ہے۔

۲۔ شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط بادشاہِ فارس کسریٰ (خسرو) کے پاس روانہ کیا جو یہ تھا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى كِسْرَى عَظِيْمٍ فَارِسَ ، سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَبَعَ الْهُدٰى ، وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ ، وَ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، وَ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ اللّٰهِ فَاِنِّىْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحِقُّ الْقَوْلُ عَلٰى الْكَافِرِيْنَ اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ ، فَاِنْ اَبَيْتَ ، فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجْرُوْسِ))^①

”اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجامِ بد سے ڈرایا جائے اور کافرین پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بار گناہ ہوگا۔“

اس خط کو لے جانے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے یہ خط سربراہِ بحرین کے حوالے کیا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ سربراہِ بحرین نے یہ خط اپنے کسی آدمی کے ذریعہ کسریٰ کے پاس بھیجا یا خود حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ بہر حال جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے چاک کر دیا اور

① عیون الاثر لابن سید الناس : ۲/۳۴۷، ۳۴۸۔

نہایت متکبرانہ انداز میں بولا: میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے، اور پھر وہی ہو جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا: ”شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کرے اور باذان نے اس کام کے لیے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں دھمکی آمیز باتیں بھی کہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ”کل ملاقات کریں۔“

ادھر عین اسی وقت جبکہ مدینہ میں یہ دلچسپ ”مہم“ درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعبہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کی پے درپے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ کا واقعہ ہے۔^① رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی۔ ان دونوں نے کہا کچھ ہوش ہے آپ (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ ﷺ کی اس سے بہت معمولی بات بھی قابل اعتراض شمار کی ہے۔ تو کیا آپ ﷺ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اسے میری اس بات کی خبر کر دو اور اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میرا

① فتح الباری: ۱۲۷/۸

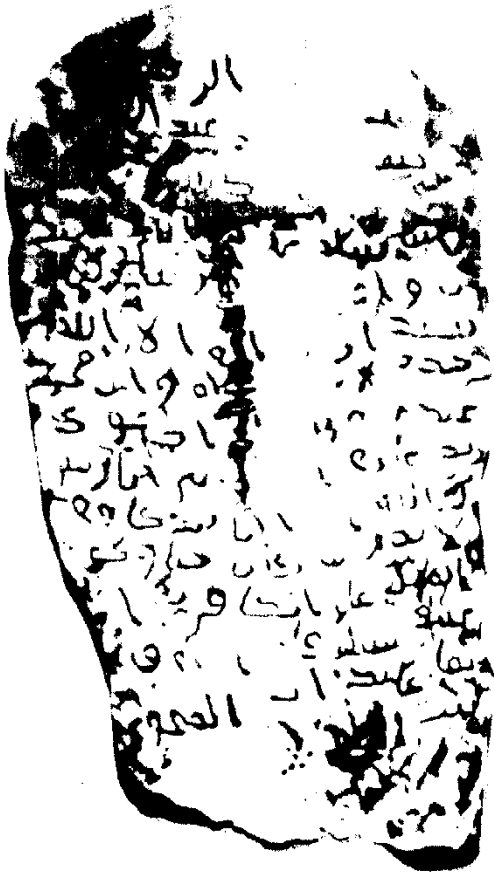
دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رہے گی جس سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہیں دے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم ابناء کا بادشاہ بنا دوں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اسے تاحکم ثانی برا بھیجتے نہ کرنا۔

اس واقعہ کی وجہ سے باذان اور اس کے فارسی رفقاء (جو یمن میں موجود تھے) مسلمان

ہو گئے۔^①



① محاضرات حضری: ۱/۱۴۷۔ فتح الباری: ۸/۱۲۷، ۱۲۸، نیز دیکھئے رحمة للعالمین و الرحیق المختوم، ص: ۴۸۱-۴۸۳۔



اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو ایرانی سپہ پادور کے بادشاہ خسرو پرویز کو لکھا گیا..... خط مبارک پھٹا ہوا دکھلانی دے رہا ہے، اصل حالت میں آج موجود ہے

۳۔ نجاشی شاہ حبش کے نام خط

اس نجاشی کا نام اصمہ بن ابجر تھا۔ نبی ﷺ نے اس کے نام جو خط لکھا اسے عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ کے بدست ۶ھ کے اخیر یا ۷ھ کے شروع میں روانہ فرمایا۔

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ عَظِيْمِ الْحَبَشَةِ سَلَامٌ عَلٰى
مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰى . اَمَّا بَعْدُ : فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ
عِيسٰى بِنَ مَرْيَمَ رُوْحَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتَهُ اَلْقَاَهَا اِلَى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ
الطَّيْبَةِ الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيسٰى مِنْ رُوْحِهِ وَ نَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ
اَدَمَ بِيَدِهِ ، وَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ الْمَوَالِىَّةِ
عَلٰى طَاعَتِهِ وَ اَنْ تَتَّبِعَنِىْ وَ تُوَقِّنَ بِالَّذِىْ جَاءَ نِبٰى فَاِنِّىْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ ، وَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ وَ جُنُوْدَكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ قَدْ بَلَغْتُ وَ
نَصَحْتُ فَاَقْبَلُوْا نَصِيْحَتِىْ ، وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَتَّبَعَ
الْهُدٰى .))

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی عظیم حبشہ کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو قدوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ و نگران ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس

① عبون الاثر: ۲/۳۴۹۔ زاد المعاد، سیرة ابن کثیر، نصب الراية۔ مجموعة الوثائق السياسية۔

الطقات الكبرى: ۱/۲۵۸، ۲۵۹۔

کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاک دامن مریم بتول ﷺ کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰ علیہا السلام کے لیے حاملہ ہوئیں۔ جیسے اللہ نے آدمی علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف (بلاتا ہوں) کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، اور میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی لہذا میری نصیحت قبول کرو، اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔“

جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا خط نجاشی کے حوالے کیا تو نجاشی نے اسے لے کر آنکھ پر رکھا اور تخت سے زمین پر اتر آیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کی طرف اس بارے میں خط لکھا جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجاشی احمہ کی طرف سے

اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت اور برکت ہو وہ اللہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اما بعد:

اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کا گرامی نامہ ملا جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ذکر کیا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم! آپ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بڑھ کر نہ تھے۔ وہ ویسے ہی ہیں جیسے آپ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جو کچھ ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے جانا اور آپ کے چچیرے بھائی اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مہمان نوازی کی، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ

① حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فقہرے و اکابر جمیع اللہ صاحب کی اس رائے کی تائید کرتے ہیں کہ ان کا ذکر کردہ خط احمہ کے نام پر نہ تھا۔

آپ ﷺ اللہ کے سچے اور پکے رسول ﷺ ہیں۔ اور میں نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ کے چچیرے بھائی سے بیعت کی، اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام قبول کیا۔^①

نبی ﷺ نے نجاشی سے یہ بھی طلب کیا تھا کہ وہ حضرت جعفر بن النضر اور دوسرے مہاجر-بن حبشہ کو روانہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں ان کی روانگی کا انتظام کر دیا۔ ایک کشتی کے سوار جس میں حضرت جعفر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، براہ راست خیبر پہنچ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور دوسری کشتی کے سوار جن میں زیادہ تر بال بچے تھے سیدھے مدینہ پہنچے۔^②

مذکورہ نجاشی نے غزوہ تبوک کے بعد جب ۹ھ میں وفات پائی۔ نبی ﷺ نے اس کی وفات ہی کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس کی وفات کے بعد دوسرا بادشاہ اس کا جانشین ہو کر سریر آرائے سلطنت ہوا تو نبی ﷺ نے اس کے پاس بھی ایک خط روانہ فرمایا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔^③



① زاد المعاد: ۶۱/۳۔

② ابن ہشام: ۳۵۹/۲۔

③ یہ بات کسی قدر صحیح مسلم کی روایت سے اخذ کی جاسکتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحیح

مسلم: ۹۹/۲، بحوالہ الرقیق المختوم، ص: ۴۷۶-۴۷۹۔

۴۔ مقوقس شاہِ مصر کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک گرامی نامہ جرتج بن متی^۱ کے نام روانہ فرمایا جس کا لقب مقوقس تھا جو مصر و اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ نامہ گرامی یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى الْمَقْوُقِسِ عَظِيمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ
عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى . اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ ،
اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ ، يُوْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ
الْقِبْطِ

﴿قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ سَوٰءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اِلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا
نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا
اَشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران : ۶۴)^۲

”اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کی جانب

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد:

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اسلام

لاؤ اللہ تمہیں دہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی

گناہ ہوگا۔

اے اہل قبط! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان

① یہ نام علامہ منصور پوری نے رحمة للعالمین: ۱/۱۵۸ میں ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا نام بنیامین بتلایا ہے۔ دیکھئے رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص: ۴۱۔

② عیون الاثر لابن سید الناس: ۲/۳۵۰۔ و ابن قیم فی زاد المعاد، طبقات ابن سعد: ۱/۲۰۰ و محمد بن طولون فی اعلام السائلین و حمید اللہ فی مجموعة الوثائق السياسية.

برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے بجائے رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔“^①

اس خط کو پہنچانے کے لیے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ وہ مقوقس کے دربار میں پہنچے تو فرمایا: ”(اس زمین پر) تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخر واول کے لیے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہذا دوسرے سے عبرت پکڑو، ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں۔“

مقوقس نے کہا: ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔

حضرت حاطب نے فرمایا: ”ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا (ادیان) کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو! اس نبی نے لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے، یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی تھی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کے لیے بشارت دی ہے، اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جیسے تم اہل تورات کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو پاجاتا ہے وہ قوم اس کی امت ہو جاتی ہے، اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے، اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے، اور

① زاد المعاد لابن قیم: ۶۱/۳۔ ماضی قریب میں یہ خط دستیاب ہوا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا جو فوٹو شائع کیا ہے اس میں اور زاد المعاد کی عبارت میں صرف دو حرف کا فرق ہے۔ زاد المعاد میں ہے اسلم تسلّم۔ اسلم یوتک اللہ الخ اور خط میں ہے فاسلم تسلّم یوتک اللہ، اسی طرح زاد المعاد میں ہے اثم اہل القبط اور خط میں ہے اثم القبط۔ دیکھئے: (رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص: ۱۳۶، ۱۳۷)

پھر ہم تمہیں دینِ مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں۔“

مقوقس نے کہا: ”میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ وہ نہ گمراہ جادوگر ہیں نہ جھوٹے کاہن، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں میں مزید غور کروں گا۔“

مقوقس نے نبی ﷺ کا خط لے کر (احترام کے ساتھ) ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد بن عبد اللہ کے لیے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔

آپ ﷺ پر سلام! اما بعد، میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں اور آپ ﷺ کی سواری کے لیے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں، اور آپ ﷺ پر سلام۔“

مقوقس نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا اور اسلام نہیں لایا۔ دونوں لونڈیاں ماریہ اور سیرین تھیں۔ خچر کا نام دلدل تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک باقی رہا۔^۱ نبی ﷺ نے ماریہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھا، اور انہی کے بطن سے نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے اور سیرین رضی اللہ عنہا کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

① زاد المعاد: ۶۱/۳۔ بحوالہ الریح المبحوم: ۴۷۹-۴۸۱۔

۵۔ منذر بن ساویٰ کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس لکھ کر اسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اس خط کو حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں روانہ فرمایا۔ جواب میں منذر نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا: ”اما بعد! اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا اور میری زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں۔ لہذا آپ ﷺ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیے۔“ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خط لکھا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ))

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ اِلَى الْمُنْدَرِ بْنِ سَاوِیَ،

سَلَامٌ عَلَیْكَ، فَاتَى اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَشْهَدُ
 اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، اَمَّا بَعْدُ: فَانِّي
 اَذْكُرُكَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّهُ مَنْ يَنْصَحُ فَاِنَّمَا يَنْصَحُ لِنَفْسِهِ، وَ اِنَّهُ
 مَنْ يُطِيعَ رُسُلِي وَ يَتَّبِعَ اَمْرَهُمْ فَقَدْ اطَاعَنِي، وَ مَنْ نَصَحَ لَهُمْ
 فَقَدْ نَصَحَ لِي، وَ اِنَّ رُسُلِي قَدْ اَثَنُوا عَلَیْكَ خَيْرًا وَ اِنِّي قَدْ
 شَفَعْتُكَ فِي قَوْمِكَ، فَاتْرِكْ لِلْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْلَمُوا عَلَیْهِ، وَ
 عَقُوْتُ عَنْ اَهْلِ الدُّنُوْبِ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ اِنَّكَ مَهْمَا تُصْلِحُ فَلَنْ
 نَعَزِلَكَ عَنْ عَمَلِكَ، وَ مَنْ اَقَامَ عَلٰی يَهُودِيَّةٍ اَوْ مَجُوسِيَّةٍ فَعَلَيْهِ
 الْجَزِيَّةُ.))

”اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے منذر بن ساویٰ کی طرف

تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اما بعد! میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لیے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری قوم سفارش قبول کر لی ہے، لہذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے لہذا ان سے قبول کر لو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔^①

ان خطوط کے ذریعے نبی ﷺ نے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچا دی۔ اس کے جواب میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر کیا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہو گئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا۔^②

ہم نے صرف انہی خطوط کا تذکرہ کیا ہے جو آج تک دریافت ہوئے اور دنیا بھر کو دعوت امن و سلامتی دے رہے ہیں۔ اُس دعوت امن کی مثال آج تک ملی سکی ہے اور نہ تا روز قیامت مل سکے گی۔

① زاد المعاد: ۳/۶۱، ۶۲۔ یہ خط ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا فوٹو شائع کیا ہے۔ زاد المعاد کی عبارت اور اس فوٹو والی عبارت میں صرف ایک لفظ کا فرق (یعنی فوٹو میں) ہے لا الہ الا هو کے بجائے لا الا غیرہ ہے۔

② بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۲۸۷-۲۸۸ و ۳۹۳۔

بسم الله الرحمن الرحيم
 الحمد لله رب العالمين
 الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا
 أن هدانا الله والحمد لله رب العالمين
 اللهم صل على محمد وآل محمد
 وصلى على من يليه من أئمة الهدى
 القانتين الذين جعل الله قلبهم
 معلوماً للعباد لأجل ما عملوا
 من الصالحات والحمد لله رب
 العالمين



اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو بحرین کے حاکم منذر بن ساسی کو لکھا
 گیا..... خط مبارک اصلی حالت میں آج موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے، تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے سرور عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور

کرنا پسند فرمایا۔“^①

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ بالکل

محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔“^②

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر

اور سلسلہ واقعات پر تبصرہ کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔^③

دراصل پیغمبر ﷺ کو اگرچہ چاروناچار میدان کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ

الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی، لیکن آپ ﷺ زمین کے

مکتوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو

مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو، اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔

آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے

زک اٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء

① عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، ص: ۲۳۰۔

② عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص: ۲۳۰۔

③ محسن انسانیت، ص: ۲۸۷۔

ہے جو پیغمبر ﷺ کو اُمن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوہ خیبر کی مہم کے دوران میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔^①

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کے دل و دماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظام اُمن کو قبول کر لیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطہ نظر سامنے آ جاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت و دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت و دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرہ خون بہائے نظام ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں میں کسی ایکفرزند آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ مہیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد و شمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ”کم سے کم خونریزی“ کا ارادہ و اصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع

① صحیح بخاری، کتاب المعازی، باب غزوة خیبر.

میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
	شہید	مقتول
۱ غزوہ بدر	۲۲	۷۰
۲ غزوہ أحد	۷۰	۳۰
۳ غزوہ احزاب	۶	۱۰
۴ غزوہ خیبر	۱۸	۹۳
۵ سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶ غزوہ فتح مکہ	۲	۱۲
۷ غزوہ حنین و طائف	۶	۷۱
کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات و سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات و سرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں اور نقل و حرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہدائی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
۱ تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	-	-
۲ بت شکنی کی مہمات	۳	-	-
۳ دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲

۵	-	۵	ذاتی نوعیت کے واقعات قتل
۱۲۷	-	۶	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم
۱۱	۷۳	۳۸	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں
۴۱۰	۸۲	۸	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات
۲۸۶	۱۳۶	۷	جنگیں (غزوات و سرایا)
۸۵۱	۳۱۰	۸۲	کل تعداد

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمۃ اللعالمین

ج ۲، باب غزوات و سرایا اور المرجیق المنخوم، ص: ۳۲۳-۳۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس

زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

امن پسند ”مہذبوں“ کی امن پسندی:

آئیے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیان تہذیب اور امن پسند یورپ کی رزم آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالم انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

۱۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نوآباد کاروں نے اپنی ”نئی دنیا“ آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید و فروخت کی۔ ان سیاہ فام

باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے، ”انسانی حقوق“ کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے کچل دیا گیا۔^①

۲۔ ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا، ۱۸۹۲ء میں اواہو پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء میں نکاراگوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

۳۔ ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی، ۱۹۱۹ء میں ہونڈورٹس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

۴۔ ۱۹۴۱-۴۵ء کی جنگ عظیم دوم، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کئے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیرو شیمیا اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ”ٹرومین“ اور ”مہذب“ برطانیہ کا وزیر اعظم ”سرن“ وٹسن چرچل بھی شامل تھے۔

۵۔ ۱۹۴۳ء میں ڈیوریتھ میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی

① امریکی سیاہ فام محمد علی کلمے، اسلام قبول کرنے کا اقدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ء میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینجر نے مجھے بڑی درستی سے عم دیا: ”ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔“ میں نے بتایا: ”میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نرخی اور خفارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔“ (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبد الغنی فاروق، ص: ۳۵۶)

- ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۱۹۴۹-۱۹۴۷) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پورٹوریکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء میں گونے مالا پر بمباری کی۔
- ۶- ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ مسلط کئے رکھی، جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔
- ۷- ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارٹو کو بائیس بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔
- ۸- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔
- ۹- ۱۹۷۳ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکونا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ”چلی“ میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۱۹۷۶ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۱۹۸۰-۱۹۸۱ء میں ”نکاراگوا“ میں فوجی آپریشن کیا، ۸۴، ۱۹۸۲ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کئے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔
- ۱۰- ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔
- ۱۱- ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پانامہ میں حکومت تبدیل کی، جس میں ۲ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔
- ۱۲- ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ ایکشن میں بھاری اکثریت سے

جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

۱۳۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ”ڈیزرٹ سٹارم آپریشن“ کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

۱۴۔ ۱۹۹۳ء میں بیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا، اور فوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر مزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دوا ساز کمپنی پر میز سے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چار دن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

۱۵۔ ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بالآخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔^①

۱۶۔ سوویت یونین کے جاہلانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نسبتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کٹھ تیلی حکومت قائم کی۔

۱۷۔ عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوجہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوجہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کئے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔^②

① مذکورہ بالا اعداد و شمار خالد محمود قادری کی کتاب ”افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام“ سے لیے گئے ہیں۔

② ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء۔

فصل نمبر ۹:

پیغمبر امن ﷺ کا مقام غیر مسلم محققین کی نظر میں

۱۔ لین پول:

مشہور یورپین محقق اور مبلغ لین پول رقمطراز ہے:

”محمد (ﷺ) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ ان کی بے ریا اللہ پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ بے شک آپ مقدس پیغمبر تھے۔“

۲۔ کاؤنٹ ٹالسٹائی:

مشہور روسی محقق کاؤنٹ ٹالسٹائی نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت کچھ اس طرح پیش کیے ہیں:

”محمد (ﷺ) دنیا میں مصلح بن کر آئے، اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی ہے جو کہ قوت بشری سے اعلیٰ وارفع تھی۔ سیدنا محمد (ﷺ) کا طرز عمل اخلاقی انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ سیدنا محمد (ﷺ) کی تبلیغ و عبادت خالص سچائی پر مبنی تھی۔“

۳۔ نیولین بوناپاٹ:

نیولین بوناپاٹ محسن انسانیت کی ذات گرامی کے متعلق لکھتا ہے:

”محمد کی ذات ایک مرکز ثقل تھی، جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے، ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنا لیا اور ایک ایسا گروہ پیدا ہوا کہ چند ہی سالوں میں نصف دنیا میں اسلام کے ان پیروکاروں نے دنیا کو جھوٹے

خداؤں سے چھڑا لیا، انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ موسیٰ و عیسیٰ کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی کہ ان متبعین اسلام نے صرف پندرہ سال میں کر دیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی ہستی بہت ہی بڑی چیز ہے۔“

۴۔ جارج برنارڈ شاہ:

جارج برنارڈ شاہ لکھتا ہے:

”ازمہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے اپنی جہالت و تعصب کی وجہ سے بڑی بھیا تک تصویر کی صورت میں مذہب اسلام کو پیش کیا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی، انہوں نے (سیدنا) محمد اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی، میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد عظیم انسان تھے اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ آنے والے سو سالوں میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا، مگر موجودہ زمانے کا اسلام نہیں، بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد (ﷺ) کے زمانہ میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔“

۵۔ جی ہکنز:

جی ہکنز اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے:

”کہاں ہیں وہ یورپ آرج بشپ آف کنٹر بری اور کونسلو آف کانوکیشن؟ اسقف پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے کہ جنہوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی، جنہوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا، آج ان کا کوئی نام نہیں اور وہ تاریخ کی گرد میں لپٹے گم نامی کی نیند سو رہے ہیں۔ کوئی تحقق اور مورخ ان کا نام گرد جھاڑ کر تلاش بھی کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ انہیں مطعون کر سکے اور ان کے بھیا تک جرائم کا اظہار کر سکے۔ اس کے برعکس

ایک نام ہے محمد، جس نے انسانیت کو رنگ و نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی۔ یہ نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔“

۲۔ ایم ایم واٹ :

ایم ایم واٹ لکھتا ہے :

”عیسائی دنیا نے جس شخصیت سے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار کیا اور اسے ظلمت کا شہزادہ قرار دیا ہے اصل میں وہی شخص دنیا میں احترام کا زیادہ حقدار ہے۔ آج بھی عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ صدیوں کی نفرت ختم کر کے حقائق اور صداقت کی روشنی میں حیاتِ محمد کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں بھول جانا چاہیے کہ ایک زمانے میں وہ بازنطینی شہنشاہیت کا حریف بنا تھا۔ انہیں فراموش کر دینا چاہیے کہ ایشیائے کوچک پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ جنگیں کیوں لڑی گئیں۔ یہ تاریخ کا علیحدہ باب ہے، لیکن ان جنگوں کی وجہ سے دنیا کے سب سے قابل احترام برگزیدہ نبی سے نفرت کا جواز ڈھونڈنا ان کی عظمتوں اور خوبیوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے، جن کا ہمسرد دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں بن سکا۔“

۷۔ مسٹر سیل :

مسٹر سیل اپنی برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے :

”میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے سیدنا محمد کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے یا آپ کی مقدس ذات پر مکرو فریب کا الزام لگایا جاسکے۔“

اکبرالہ آبادی نے اس مشہور غیر مسلم انشاء پرداز مسٹر سیل کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے :

مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں وہ یوں اصحاب میں تھے افضل جیسے چاند ہالے میں

۸۔ مورخ ولیم ڈاؤ:

مورخ ولیم ڈاؤ ”صادق المصدق“ (رضی اللہ عنہ) کی شان میں بطور دلیل فتح مکہ کا حوالہ دیتا ہے اور لکھتا ہے:

”آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں اور کافروں کے حق میں

ظاہر کیا، اخلاق انسانی کا حیرت انگیز نمونہ ہے۔“

۹۔ ریورنڈ آرمیکوئیل:

یہ لکھتا ہے:

”اگر آپ کی تعلیم پر انصاف و ایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا پڑتا

ہے کہ وہ رسول اور مامور من اللہ تھے۔“

۱۰۔ پروفیسر باسور اسمتھ:

پروفیسر باسور اسمتھ نے لکھا ہے:

”بلاشک محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ تمام دنیا کو مسیحی

مذہب نے فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔

اگر محمد کو قریش ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں ناقص

و ناکارہ رہ جاتے، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا،

اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دوچند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو

جاتے اور اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب

میں محمد کے کاملہ صفات اور کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا

تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی

روح پھونک دی تھی، انہوں نے کیا کیا کارنامے کر دکھائے، تو آپ مجھے سب

سے بزرگ، سب سے برتر اور اپنی مثال آپ دکھائی دیتے ہیں۔“

۱۱۔ اسٹینلے لین پول:

یہ لکھتا ہے:

”کسی نبی پر ان کے گھر والوں کا ایمان لے آنا اس کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس صحرائشیں کی سیرت و کردار کا صحیح صحیح اور متوازن جائزہ لینا بہت مشکل ہے، ان کے اخلاق میں شرافت و منانت اور حیاء و جرأت اور عزم کے ساتھ ساتھ اس انداز سے ملے ہوئے ہیں کہ انسان کے لیے سوائے ان کے احترام کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا، وہ ذاتِ مقدس، جس نے کئی برسوں تک اکیلے لوگوں کی نفرت و استبداد کا مقابلہ کیا۔ وہی شخص تھا کہ جس نے کسی سے مصافحہ کرتے وقت بھی پہلے کبھی اپنے ہاتھ کو کھینچنے کی کوشش نہیں کی، وہ بچوں کا محبوب اور منظور نظر تھا، وہ کبھی مسکراہٹوں سے نوازے بغیر ان کے پاس سے نہیں گزرا، وہ ہمیشہ انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھتا اور مشفقانہ انداز سے انہیں خطاب کرتا، وہ بے تکلفی، اخلاص اور ہمت کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج تھا۔“

۱۲۔ کارلائل:

کارلائل ایک منصف مزاج انگریز اہل قلم ہے، جس کو ہیروز میں بڑی دلچسپی ہے، اس نے بڑی عرق ریزی سے ہر میدان کے ہیر و تلاش کر کے ہیروز نامی کتاب تالیف کی ہے، اس کتاب کا ایک مستقل باب آپ ﷺ کے متعلق ہے جس میں اس نے اسلام کے بارے میں من گھڑت باتوں اور صاحب اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بے بنیاد جھوٹ و افسانوں کی سختی سے تردید کر کے ان سے بچنے کی اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جناب رسالت مآب (ﷺ) کی لائی ہوئی رسالت صدیوں سے لاکھوں لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت بنی آ رہی ہے۔ کیا ایسا سوچنا درست ہوگا کہ یہ رسالت جس پر یہ لاکھوں لوگ جئے اور مرے، جھوٹ و دھوکہ ہو سکتی ہے؟“

پھر وہ استفسار و سوال کرنے کے انداز میں لکھتا ہے:

”کیا آج تک کسی جھوٹے انسان نے دین تخلیق کر کے دیا اور اس کی اشاعت کے لیے وہ اہتمام کیا جو اسلام کی اشاعت کے لیے کیا گیا؟“

پھر وہ خود ہی کہتا ہے:

محمد کی رسالت حق و سچ تھی، اس کی آواز سچے انسان کی تھی جو انہیں ”عالم غیب“ سے ملی تھی اور وہ ایک ایسا چراغ تھا، جس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا جو کہ دراصل پیغام اللہ تھا۔ اور یہ ایسا اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ اس سے نوازتا ہے۔“

وہ آپ سے محبت کے بارے میں لکھتا ہے:

”مجھے آپ سے اس لیے محبت ہوئی کہ آپ ریا کاری و منافقت سے دور، تکلف و بناوٹ، لالچ اور دنیا کی محبت سے مبرا تھے اور آپ عظمتِ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ جناب محمد ﷺ کی آواز صحرا کی قدرتی اور پاک و صاف فضا کے وسط سے اٹھی، کانوں کے ذریعے دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات ان کے دلوں پر منقش ہو گئے۔ محمد نہ تو متکبر تھے اور نہ گھنیا پن کا شکار، جھوٹ سے آپ کو نفرت تھی اور توہمات کا خوف آپ کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا۔ آپ نے اپنے متواضع مقام اور پیوند لگے کپڑوں سے بادشاہت اور قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے جن میں ترغیب و ترہیب دونوں طریقوں سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ حق کے معاملہ میں کسی کے طعن و تشنیع کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے۔ جناب محمد ﷺ کو مال و منال اور اقتدار پیش کیا گیا، مگر آپ نے اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دنیا سے بے نیاز و بے پرواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، آنے والے خطرات و مشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے گزاری اور اس کی اشاعت میں لگے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سچے دین کو غالب کر دیا اور یہ ہر سو پھیل گیا۔“

۱۳۔ لارڈ ہائیڈلی:

یہ مفکر ان لوگوں میں سے ہے، جنہوں نے اسلام کو پڑھا اس کی تعریف کی اور اس کے نبی ﷺ کے متعلق سچ کہا اور لکھا۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

”میں چالیس برس یکسو ہو کر حقیقت کی تلاش میں رہا، بالآخر میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مسلم مستشرق کی زیارت نے میرے دل میں دین محمدی جیسے آسان دین کا بڑا احترام پیدا کیا، ایسا دین جو کہ انسان کی تربیت کرتا ہے کہ اس کی ساری زندگی عبادت سے عبارت ہو اور وہ صرف اتوار کے دن عبادت تک محدود نہ رہے، میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام سے آشنا کیا جو کہ میرے دل میں نقش ہو چکا ہے اور اسلام سے مجھے وہ سعادت و اطمینان حاصل ہوا ہے، جس سے میں پہلے محروم تھا، میں اندھیری غار میں تھا، اسلام مجھے وہاں سے نکال کر وسیع زمین پر لے آیا جسے آفتاب نے روشن کر رکھا تھا، اور میں سمندر کی صاف اور خالص ہوا سے مستفید ہونا شروع ہوا۔“

۱۴۔ مائیکل ہارٹ:

یہ خلائی امور کا ماہر معروف عالم ہے، اس کو عظیم لوگوں کی زندگی کے مطالعہ اور ان کی تلاش کا بڑا شوق تھا، اس نے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا ”سویادگار شخصیات“ اور ان میں سرفہرست سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ مائیکل مسلمان نہیں، وہ ایک امریکی عیسائی اسکالر ہے، اس نے ان سو شخصیات کا انتخاب کیا، جنہوں نے حیاتِ انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، اس نے جناب محمد (ﷺ) کی برتری اور اسلام کی انسانیت و تہذیب پر عنایت کا اعتراف کس انداز میں کیا ہے، آئیے دیکھیں مائیکل اپنی کتاب میں کیا لکھتا ہے؟

”یقیناً محمد (ﷺ) تاریخ میں وہ تہا انسان ہیں جو دینی و دنیاوی میدان میں کلی اور مطلق طور پر کامیاب ہوئے۔ محمد (ﷺ) نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، کیونکہ یہ سب سے اونچا دین ہے، محمد (ﷺ) ایسے سیاسی و عسکری اور دینی

قائد قرار پائے کہ آج آپ کی وفات پر صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا اثر تازہ ہے، آپ اپنی دعوت پر ایمان رکھنے والوں کو ساتھ ملا کر ایسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حدود ہندوستان سے لے کر بحر اٹلس تک پھیلی ہوئی تھی، اور یہ سلطنت آج کی تاریخ تک قائم ہونے والی سلطنتوں میں سب سے بڑی سلطنت تھی۔ آپ کے ماننے والے جہاں بھی گئے وہاں اسلام پھیلا۔ یہ صرف اور صرف آپ کی ذمہ داری تھی کہ قواعد اسلام یا اجتماعی زندگی سے متعلق اصول شریعت اور معاملات سے متعلق ضابطوں کو لوگوں کی دینی زندگی میں نافذ کرتے، کیونکہ قرآن پاک صرف اور صرف آپ ﷺ پر ہی نازل ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے ان کی دنیا و آخرت کے تمام مسائل کا حل موجود تھا۔“

۱۵۔ ڈاکٹر گریبیہ

یہ اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر بڑے سعادت مندانہ انداز میں کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”میں نے علوم طب، صحت اور طبیعیات سے متعلق قرآن پاک کی آیات کو پڑھا اور تحقیق کی، پھر میں نے ان کا یونیورسٹی میں طب و صحت اور طبیعیات سے متعلق حاصل کی ہوئی معلومات سے موازنہ کیا، جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قرآن پاک کی آیات مکمل طور پر ان پر منطبق ہوتی ہیں اور میں اسلام لے آیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا کہ محمد ﷺ واضح حق لے کر تشریف لائے، جس کو ہم ایک ہزار سال بعد جان رہے ہیں۔ اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ماہر فن و علم اس فن و علم کے متعلق قرآنی آیات اور جدید معلومات کا موازنہ کرے، جیسا کہ میں نے کیا تو وہ اسلام قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جس طرح کہ میں کر چکا ہوں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کوئی عناد اور دلی مرض کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرے۔“

۱۶۔ ریڈیہ گینو:

جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود اپنا نام عبدالواحد بھیجی رکھا، وہ کہتا ہے:

”میں نے چاہا کہ مجھے کوئی مقدس الہی نص مل جائے جو باطل کی آمیزش سے صاف ہو لیکن جستجو اور انتھک و طویل تحقیق کے بعد قرآن پاک کے سوا کچھ نہ مل سکا، صرف اور صرف یہی کتاب ہے جس نے مجھے قائل کیا، اور میرے دل میں موجود اضطراب کو ختم کیا۔ اور پیغمبر اسلام ہی وہ رسول ﷺ ہیں جن کو میں نے پسند کیا اور ان کے علم تلے چلنے میں اپنی سعادت سمجھی۔ آپ ﷺ کے فرمودات و اعمال نے مجھے نفسیاتی سعادت اور روحانی سکون بخشا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسانیت مادیت و بے دینی، اخلاقی انحطاط اور روحانی تباہی کے سمندروں میں غرق ہو جاتی۔“

اسلامی ثقافت کے یورپ پر اثرات کے حوالہ سے کہتا ہے:

”اسلامی ثقافت اور علوم ہدایات و نور کا سرچشمہ ہیں، اگر مسلمان فلاسفر اور علما نہ ہوتے تو آج یورپین جہالت و ظلمت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے۔“

۱۷۔ الفولس ڈینیا:

یہ ایک عالمی آرٹسٹ تھا جو طویل عرصہ غور و فکر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے خود اپنا نام ناصر الدین رکھا۔ یہ شخص واقعاً اللہ کے دین کا مددگار ثابت ہوا، اسلام کے متعلق مستشرق مفکرین نے جو غلط افکار و مغایہ ہم پھیلا رکھے تھے، اس نے ان کی تصحیح میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر اس نے رسالتآب ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کو جنگ عظیم میں مرنے والوں کی ارواح کے نام منسوب کیا، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

”محمدی عقیدہ غور و فکر پر پہرے نہیں بٹھاتا، لہذا یہ عین ممکن ہے کہ ایک انسان بیک وقت صحیح مسلمان بھی ہو اور حریت فکر کا علمبردار بھی۔“

وہ ایک جگہ لکھتا ہے:

”دین اسلام میں اللہ تعالیٰ نے انسانی یا کوئی اور شکل اختیار نہیں کی جبکہ ”یہوداہ“ جو یہود کا اللہ ہے وہ اس کو طہارت کے لیے اس کی تصویر بنا کر ردی اور گندے مقامات پر رکھتے ہیں، اس طرح ہم انجیل کے نسخوں میں اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھتے ہیں، لیکن اسلام کا اللہ تو اس بارے میں قرآن پاک اور جناب رسول اکرم (ﷺ) نے صاف بتایا ہے، کسی مصور یا سنگ تراش نے آج تک یہ جرات نہیں کی کہ اپنے قلم کی نوک کو حرکت دے یا چھینی سے اس کو تراش سکے! یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ معین صورت ہے، نہ متعین حدود، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس جیسا کوئی اور ہے۔ بلکہ وہ تنہا و یکتا اور بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔“

۱۸۔ ٹولسٹ دی:

یہ ایک مشہور روسی ادیب ہے جسے یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کے دشمن اسلام اور صاحب اسلام محمد (ﷺ) کی طرف اپنے زہریلے تیروں کا رخ کریں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”بلاشبہ یہ نبی ان عظیم مصلح انسانوں میں سے ایک ہے، جنہوں نے انسانیت کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں، آپ کے لیے یہی اعزاز کافی ہے کہ آپ نے اپنی ساری امت کو نور حق سے منور کیا اور اس کو ایسی راہ پر گامزن کیا، جس پر چل کر وہ سلامتی کی علمبردار بنے اور خونریزی سے بچے۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے ترقی و تقدیم کا راستہ کھول دیا جو کہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو فقط وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جسے انسانی بساط سے ماوراء قوت و دانائی اور علم عطا کیا گیا ہو، لہذا آپ تعریف و احترام اور عظمت کے حق دار ہیں۔“

۱۹۔ مہاتما گاندھی:

ہندوؤں کے مہاتما گاندھی نے لکھا ہے:

”مغربی دنیا اندھیرے میں تھی کہ ایک روشن ستارہ (سراج منیر) افق مشرق سے چکا اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا، سیرت النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اس نے تلوار کے بل پر کائنات پر سونخ حاصل نہیں کیا، بلکہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی انتہائی بے نفسی، عہد و موافقت کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء و تبعین کے ساتھ گہری وابستگی، برأت، بے خونئی، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان، اور بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص ہر کاوٹ اور ہر مشکل کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا کر لے گئے۔“

۲۰۔ دلورام کوثری:

ہندوستان کے معروف شاعر نے کیا خوب لکھا:

محمد مصطفیٰ افضل ہیں یوں سارے رسولوں میں
کہ ہے جیسے گلاب افضل زمانے بھر کے پھولوں میں

۲۱۔ ہری چند اختر:

ہندو شاعر ہری چند اختر لکھتا ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ
ہماری بزم خیال میں نہ نگاہ آئینہ ساز میں ❶



❶ ماحوذ از اردو ڈائجسٹ، رحمة للعالمین نمبر، جلد دوم، ص: ۳۲۶۔ ۳۴۰.

اسلام کا نظام امن و سلامتی

لفظ اسلام ”سَلِمٌ سَلِمًا وَسَلَامًا“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن و سلامتی اور خیر و عافیت کے ہیں۔ اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے سراسر امن ہے۔ چنانچہ ابو منصور الاذہری بیان کرتے ہیں کہ ابواسحاق الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَقُلْ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام: ۵۴) ”پس آپ فرمادیجیے کہ تم پر سلامتی ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے۔“ کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے محمد بن یزید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ لغت عرب میں سلام کے چار معانی ہیں: ان میں سے ایک یہ کہ سلام، سَلِمْتُ سے مصدر ہے، دوسرا یہ کہ سلامۃ کی جمع ہے، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک ہے اور چوتھا یہ کہ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو سدا بہار شجر سایہ دار ہے۔ زجاج نے کہا: وہ سلام جو سَلِمْتُ کا مصدر ہے، اس کا معنی انسان کے لیے دعا ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنی جان میں آفات سے سلامت رہے اور اس کی تاویل تمام آفات و بلیات سے نجات اور چھٹکارا پانا ہے۔^❶

امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں: ”السَّلَامُ“ اور ”السَّلَامَةُ“ کا معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِلَّا مَن آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعراء: ۸۹)

”مگر وہی شخص (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔“

❶ تہذیب اللغة للاذہری: ۲۹۲/۴.

یعنی ایسا دل جو ظلم و فساد سے خالی ہو۔

یعنی اسلام اپنے لفظ، معنی اور عنوان کے لحاظ سے کلیتاً امن و سلامتی، خیر و عافیت اور حفظ و امان کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام فساد و ہلاکت سے نہ صرف محفوظ و مامون ہونے بلکہ ہر کسی کو محفوظ و مامون رکھنے کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام اور صاحبِ اسلام کی تعلیم کا ہر پہلو بھلائی، خیریت، آبادی، ترقی اور امن و سلامتی کی ترغیب اور ضمانت دیتا ہے۔

اسلام دین امن و سلامتی:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:

((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ))^①

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ و مامون رہیں۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ

الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ))^②

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (بہترین اسلام اس شخص کا ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ

روایت کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ ﷺ:

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۰.

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۱۔ صحیح مسلم، کنال الایمان، رقم: ۶۲.

مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ) ❶

”ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔“

امام طبرانی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: ((أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ، يَا رَسُولَ اللَّهِ؟)) ”یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون لوگ بہترین ہیں؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ)) ”(وہ مسلمان بہترین ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔“ ❷

ان دونوں روایات میں رسول کریم ﷺ نے عام حکم ارشاد فرمایا کہ وہ مسلمان بہترین ہے، اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ جس طرح رسول کریم ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے اسی طرح آپ کا یہ فرمان بھی عالمگیر ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ)) ❸

”سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

اسلام صرف اور صرف اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے لیے تخلیق کیا، ورنہ اسے ان کے پیدا

❶ مسند احمد: ۲/۱۸۷، رقم: ۶۷۵۳۔

❷ المعجم الاوسط للطبرانی: ۳/۲۸۷، رقم: ۳۱۷۰۔

❸ مستدرک حاکم: ۱/۵۴، رقم: ۲۳۔ صحیح ابن حبان: ۱/۴۲۶، رقم: ۱۹۷۔ حاکم اور ابن حبان

نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶)

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اوپر کی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم پڑھ کر نصیحت کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی تائید میں یہ بات کہی گئی ہے، یعنی چونکہ انسانوں کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت کرنا ہے، اس لیے بہر حال انہیں نصیحت کرتے رہیے، اور ان کی تخلیق کا یہ مقصد مشرکین مکہ سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ آپ کی نصیحت قبول کریں۔^۱

سورہ نساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء: ۳۶)

”اور اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا، اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظام عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظم ہے، اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا، اور فساد ہو جاتا۔

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَكِيدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذَىٰ الذَّهَبَ كُلِّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ

بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ﴾ (المومنون: ۹۱)

”اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہو جاتا، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے

۱ فتح القادیر، نحت الایۃ.

پر چڑھ بیٹھتا، اللہ ان تمام غیوب و نقائص سے پاک ہے جنہیں لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔“

یعنی ایک اللہ کے سوا چند معبودوں کا ہونا عقلی طور پر محال ہے، اگر ایسا ہوتا تو زبان و زمین کا پورا نظام مختل ہو جاتا۔ ہر معبود اپنی مرضی چلانا چاہتا، نتیجہ یہ نکلتا کہ ان کے آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا اور پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ سورہ انبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَاۗ فَسُبْحٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَۙ﴾ (الانبیاء: ۲۲)

”اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے، تو دونوں تباہ ہو جاتے، پس عرش والا اللہ ان تمام نقائص سے پاک ہے جنہیں وہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔“

پس قیام امن کے لیے ضروری ہے کہ واحد معبود برحق، اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کی جائے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے رسول کریم ﷺ کی زبان اقدس پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌۭ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۚ أَحَدًاۙ﴾

(الکہف: ۱۱۰)

”آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“

معبود واحد اپنے پرستاروں سے محبت کرتا ہے:

مخلوقات خالق حقیقی کا کنبہ ہیں، جو اس کے قبیلہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ﴾ (البروج: ۱۴)

”اور وہ بڑا معاف کرنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔“

اور رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى

عِيَالِهِ)) ❶

”تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، لہذا جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

آئے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔“

معبود واحد تمام مخلوقات پر اپنا فضل فرماتا ہے تو وہ امن میں رہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم کہ اس نے اپنا فضل فرمایا تاکہ اہل خیر کا غلبہ ہو اور اس کا دین

سرزمین پر جاری و ساری ہو اور زمین میں فساد نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو

فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة: ۲۵۱)

”اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکتا، تو زمین میں فساد پھیل جاتا،

لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔“

اور سورہ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ﴾

(یونس: ۶۰)

”بے شک اللہ لوگوں پر فضل و کرم کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں

کرتے ہیں۔“

اللہ رحمن ہے، مخلوقات پر رحمتیں برساتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

❶ حلیۃ الاولیاء: ۲۳۷/۴ - مجمع الزوائد: ۱۹۱/۸

﴿قُلْ لَيْسَ مَنَافِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلُّ لِيْلَهُ كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ﴾

(الانعام: ۱۲)

”آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کا ہے، اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔“

اسی صفت رحمت کا تقاضا تھا کہ اللہ نے انسانوں کو فطرتِ سلیمہ دی، اپنی معرفت و توحید کی طرف ان کی راہنمائی کی، انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

”اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔“

اُس کی وسیع رحمت تو ہر نیک و بد اور تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل چیز عذاب و غضب نہیں، بلکہ رحمت ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش فرشتوں کی زبانی ارشاد فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ (المومن: ۷)

”اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کو محیط ہے۔“

امام احمد، مسلم اور ابو داؤد نے سیدنا جناب ابی بکرؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوجھے ہیں، اس میں سے صرف ایک حصہ رحمت کے ذریعہ اس کی تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، اور وحشی جانور اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور ننانوے حصہ رحمت قیامت کے دن کے لیے مؤخر کر دیئے گئے ہیں۔ ❶

سیدنا جریر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ)) ❷

❶ مسند احمد: ۳۱۲/۴۔ سنن ابو داؤد، کتاب الادب، رقم: ۴۸۸۵۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة،

رقم: ۲۷۵۳/۲۰۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التوحيد، رقم: ۷۳۷۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۳۰۔

”اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں کے ساتھ معاملہ رحمت نہیں کرتا۔“
 اور جو شخص لوگوں کے ساتھ معاملہ رحمت نہیں کرتا وہ کم بخت انسان ہوتا ہے۔
 چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((لَا تُنْزِعُ الرَّحْمَةَ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ)) ❶

”بد بخت انسان سے مادہ رحمت ختم کر دیا جاتا ہے۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِسَبِيٍّ ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبِيِّ تَسْعَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبِيِّ فَأَخَذَتْهُ ، فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَارْضَعَتْهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آتَرُونَ هَذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَاللَّهِ ، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ بَوْلَدِهَا)) ❷

”نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے قیدیوں میں ایک عورت دیوانہ وار بھاگ رہی تھی جب اس نے قیدیوں میں اپنا بچہ دیکھا تو اس کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور دودھ پلانے لگی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کیا یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟“ ہم نے کہا کہ وہ ہرگز نہیں پھینکے گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچے کے ساتھ رحم کرنے سے زیادہ رحیم ہے۔“

❶ سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۱۹۲۳۔ محدث البانی نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

❷ معجم صغیر للطبرانی، رقم: ۶۶۵۔ صحیح بخاری، رقم: ۵۹۹۹۔

اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے ساتھ بھی، اسی لیے حرمات کو پامال کرنے اور حدود اللہ کو پھلانگنے سے منع فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔“

سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (المائدة: ۸۷)

”اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

سیدنا ابن عباس اور قتادہ وغیرہما رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۶ھ میں مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ پہنچے، تو مشرکین مکہ نے راستہ روک دیا، اور کعبہ تک نہیں پہنچنے دیا، یہ حادثہ ماہ ذی القعدہ میں وقوع پذیر ہوا جو ماہ حرام ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق جسے امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا پیامبر بنا کر مشرکین مکہ کے پاس بھیجا، کسی طرح یہ جھوٹی خبر اڑ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، خبر کا پھیلنا تھا کہ مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشرکین مکہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بیعت لی، جسے تاریخ اسلام ”بیعت الرضوان“ کے نام سے جانتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے ساتھ صلح کر لی، اس شرط پر کہ آئندہ سال اسی مہینہ میں عمرہ کریں گے۔ چنانچہ معاہدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دوسرے سال ماہ ذی القعدہ میں عمرہ کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ

فَاعْتَدُوا وَعَالِيَهُ يَمْثَلُ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ
الْمُتَّقِينَ ﴿١٩٤﴾ (البقرة: ١٩٤)

”حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتیں ایک دوسرے کا بدلہ ہوتی ہیں، پس جو تم پر زیادتی کرے، تم اس پر زیادتی کرو اتنا ہی جتنا تم پر زیادتی کی، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔“

یعنی کہ ماہ حرام کی رعایت ان کے ساتھ واجب ہے، جو ماہ حرام کی رعایت کریں، اور جو اس ماہ کی حرمت کا خیال نہیں کرے گا اس کے ساتھ ماہ حرام کی حرمت کا خیال نہیں رکھا جائے گا۔ اس لیے کہ حرمتوں کا لحاظ ان کے ساتھ ہوگا جو پہلے خود لحاظ کریں گے، چاہے وہ ماہ حرام ہو، بلد حرام ہو، احرام ہو یا اور کوئی شے جس کی حرمت کا پاس رکھنے کا اسلام نے حکم دیا ہے اور جو کوئی ان حرمتوں کو پامال کرے گا تو ان سے بدلہ لیا جائے گا۔ اگر کوئی ماہ حرام میں جنگ پر آمادہ ہوگا تو اس سے جنگ کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ظلم و ستم کو پسند نہیں فرماتا:

اللہ تعالیٰ عدل ہے، عدل و انصاف کو پسند کرتا ہے، ظلم و جور کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ ظلم نظام امن کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾ ﴿آل عمران: ٥٧﴾

”اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔“

دنیا میں ظلم کرنے کی وجہ سے ظالموں پر روز قیامت عذاب واجب ہوگا، اب کوئی تمنا انہیں کام نہیں دے گی، اور وہ سب یعنی ظالم اور ان کے شیاطین دوست عذاب جہنم میں برابر شریک ہوں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَكُنْ يَنْفَعُكَ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ﴾ ﴿٣٩﴾

(الزخرف: ٣٩)

”اور (اللہ یا فرشتے کہیں گے) چونکہ تم نے دنیا میں ظلم کیا تھا، اس لیے آج

تمہاری یہ بات تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، تم سب عذاب میں شریک ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا مَنْ ظَلَمَ مَعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ

مِنْهُ شَيْئًا بَغَيْرِ طَيْبِ نَفْسِهِ فَأَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^❶

”خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی

اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اسے کسی بات کا مکلف کیا یا

اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف

سے جھگڑا کروں گا۔“

اس حدیث پاک کی روشنی میں عیاں ہے کہ کافر کا کافر ہونا اپنی جگہ پر، مگر انسانی حقوق

میں رسول کریم ﷺ مظلوم کی طرف ہوں گے اور اس کو اس کا حق دلوائیں گے۔ کسی کا

مسلمان ہو جانا اسے کسی کافر کے انسانی حقوق غصب کرنے یا اس پر ظلم کرنے کی کسی

صورت بھی اجازت نہیں دیتا۔ حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَ جَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ

مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا))^❷

”اے میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے، اور

تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے لہذا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ

کرو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الحراج، رقم: ۳۰۵۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۶۵۷۲۔

حَاجَةٌ آخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً
فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا
سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❶

”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی (دنیوی) مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔“

اللہ تعالیٰ فتنہ پرور اور فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا:

اللہ عزوجل امن و سلامتی کو پسند کرتا ہے، فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّوْا اَشْرِيُوْا مِنْ زَرْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْتَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۱﴾

(البقرة: ۶۰)

”اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللّٰهَ عَلَى مَا فِى قَلْبِهِ وَهُوَ اَلْكٰذِبُ الْخٰصِمُ ۝۱۰۰ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفٰسَادَ ۝۱۰۱﴾ (البقرة: ۲۰۴، ۲۰۵)

”اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے جس کی بات دنیاوی زندگی میں آپ کو پسند آئے گی، اور اللہ کو اپنے دل کی صداقت پر گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ بدترین بھگڑالو ہوتا

❶ صحیح بخاری، کتاب المظالم، رقم: ۲۳۱۰۔

ہے، اور جب آپ کے پاس سے لوٹتا ہے تو وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، اور کھیتوں اور مویشیوں کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔“

آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر مشہور قاعدہ - ((الْعِبْرَةُ بِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ)) ”قرآن و سنت سے استفادہ کے لیے عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوص سبب کا نہیں۔“ کے مطابق یہ آیت ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو اسلام کو عقیدہ اور منہج حیات کی حیثیت سے قبول نہیں کرتا، لیکن دنیوی مصالح کی خاطر اعلان کرتا پھرتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہے۔

آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ ایسے منافقین ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں، اور اللہ کو اپنے قول و فعل کی صداقت پر گواہ بناتے ہیں، حالانکہ وہ باطل کو حق دکھانے کے لیے بدترین جھگڑالو ہوتے ہیں۔ یعنی جب مسلمانوں کے پاس سے غیر مسلموں کے پاس جاتے ہیں تب ان کی خباثت ظاہر ہوتی ہے اور اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا کرتے ہیں، کفر کی تقویت کے لیے سازشیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کی ہر قسم کی بربادی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ کھیتی اور مویشی کے ہلاک کرنے کا یہی مفہوم ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کی جانب روانگی سے قبل بنی اسرائیل کی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور انہیں ان کے ساتھ ہمدردی اور اصلاح و اخلاص کی نصیحت کی، اور اہل فساد و معاصی کی اتباع کرنے سے منع کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ لِخِيبِهِ هَارُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (الاعراف: ۱۴۲)

”اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا، آپ میری قوم میں میری نیابت کیجیے اور ان کی اصلاح کرتے رہیے اور فساد پھیلانے والوں کی راہ پر نہ چلیے۔“

مفسرین لکھتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات شدت احتیاط کی وجہ سے کہی تھی، ورنہ سیدنا ہارون علیہ السلام خود اللہ کے نبی تھے، ان سے فساد برپا کرنے کی توقع کیسے ہو سکتی تھی؟ کفار قریش نے فساد فی الارض کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اہل اسلام کے ساتھ ظلم کو روا رکھا، انہیں عذاب میں مبتلا کیا، وطن سے نکالا، مال و جائداد پر قبضہ کر لیا، انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا، اور انہیں ان کے دین سے نکال دینا چاہا۔ یہ جرائم اور فسادات قتل سے کہیں بڑھ کر تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۱۹۱)

”اور فتنہ برپا کرنا تو قتل سے زیادہ نقصان دہ ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۲۱۷)

”اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔“

دین اسلام میں کوئی جبر نہیں:

دین اسلام نرمی کا دین ہے اس میں جبر و اکراہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا كَرْهَ فِي الدِّينِ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

”دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔“

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں۔ اس لیے ضرورت نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے، اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی، اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی، اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی، اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

تاریخ شاہد عدل ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی کوئی شہر یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں، اور اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔ دوسری قرآنی آیات کی تعلیم سے معلوم پڑتا ہے کہ لڑائی کی غرض و غایت یہ تھی کہ اسلامی حکومت کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ کر دیا جائے، اللہ کا دین غالب ہو، اور شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہو، اور اگر کسی دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع میں پیش قدمی کی جائے، یعنی اسلام نے ہمیشہ دفاع کا حکم دیا اقدام کا نہیں۔

اس طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شخص اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوا تھا، اسلام میں داخل ہونے پر کسی نے اسے مجبور نہیں کیا تھا، لہذا وہ قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر زنا کرے گا اور شادی شدہ ہوگا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر و فساد سے بچایا جائے، اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کرے تو اسے قتل کر دے، تاکہ مسلم سوسائٹی کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے۔ قرآنی آیات ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَدِينِ اللَّهِ﴾ (الکافرون: ۶) ”تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔“ اور ﴿فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِمَّن دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَآهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾ (الزمر: ۱۵) ”آپ کہہ دیجیے کہ بلاشبہ گھانا پانے والے تو وہ ہیں جو روزِ قیامت اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالیں گے، آگاہ رہیے کہ وہی کھلا نقصان و خسران ہوگا۔“ میں یہی بات بیان ہوئی ہے کہ کفار کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں اور اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔

مومن کی عزت و حرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے:

سیاسی، فکری یا اعتقادی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنے والوں کو

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی بہت اہمیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ رِيحَكَ، مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لِحُرْمَةِ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكَ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظْنَ بِهِ إِلَّا خَيْرًا))^①

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں حسن ظن ہی رکھنا چاہیے۔“

مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی ممنوع ہے:

اہل اسلام کو قتل کرنا تو بہت بڑا اقدام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون قرار دیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسَّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ

① سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، رقم: ۳۹۳۲۔ مسند الشاميين: ۲/۳۹۶، رقم: ۱۵۹۸۔ سلسلہ الصحیحہ، رقم: ۵۳۰۹۔

لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ))^❶
 ”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے، تم
 میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈمگا دے اور وہ (قتل
 ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔“

یہی مضمون ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

((مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى
 يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَ أُمِّهِ))^❷

”جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس
 پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ
 اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ ہو)۔“

کلمہ گو کا قتل بہت بڑا جرم ہے:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بایں الفاظ روایت کی ہے:

((فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْجَعَ
 فِي الْمُسْلِمِينَ، وَ قَتَلَ فُلَانًا وَ فُلَانًا، وَ سَمَى لَهُ نَفْرًا. وَ إِنِّي
 حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْتَلْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا
 اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَغْفِرُ لِي.
 قَالَ: وَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ:
 فَجَعَلَ لَا يَزِيدُهُ عَلَيَّ أَنْ يَقُولَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ إِذَا

❶ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۲۶۱۷۔ مشترک حاکم: ۵۸۷/۳، رقم: ۶۱۷۶۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۲۶۱۶۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۲۔

جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟)) ❶

”نبی اکرم ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا: تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو تکلیف دی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر بتایا کہ اس نے فلاں فلاں کو شہید کیا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کیا جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: جی حضور! فرمایا جب روز قیامت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جب روز قیامت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ مسلسل یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے دن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟“

دہشت گردوں کی معاونت بھی منع ہے:

دہشت گردوں کو معاشرے میں سے افرادی، مالی اور اخلاقی قوت کے حصول سے محروم کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہر قسم کی مدد و اعانت سے کلیتاً منع فرمایا ہے۔ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے:

((مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ.)) ❷

”جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ عز و جل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا:

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال: لا إله إلا الله، رقم: ۶۷-۶۶.

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الذیات، رقم: ۲۶۲۰.

((أَيُّسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ)) ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شخص۔“

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جب ایک شخص کسی شخص کو پکڑتا ہے اور دوسرا اسے قتل کرتا ہے تو قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔^①

”اور پکڑنے والے کو کب تک جیل میں رکھا جائے گا اس کا تعین حاکم وقت

کرے گا۔“^②

مساجد میں دہشت گردی کرنے والے سب سے بڑے ظالم:

اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف امن و آشتی، صبر و تحمل اور برداشت اور بقاء کی تعلیم دیتا ہے۔ اعتقادی، فکری یا سیاسی اختلافات کی بنیاد پر مخالفین کی جان و مال یا مقدس مقامات پر حملے کرنا نہ صرف غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے۔ خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے اللہ کے گھروں کا تقدس پامال کرنے والے اور وہاں لوگوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے والے ہرگز نہ تو مومن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ۔ مسجدوں میں خوف و ہراس کے ذریعے اللہ کے ذکر سے روکنے اور انہیں اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ویران کرنے والوں کو قرآن نے نہ صرف سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے، بلکہ انہیں دنیا و آخرت میں ذلت آمیز عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسِيحًا اللَّهُ أَنْ يُذَكِّرَ فِيهَا السُّعْيَ وَاسْعَى فِي خَرَابِهَا
أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۗ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَ لَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (البقرة: ۱۷۴)

”اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے

② تفسیر الرواة: ۷۵/۳.

① سنن دارقطنی: ۱۴۰/۳، رقم: ۱۷۶.

دنیا میں (بھی) ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔“
 ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مساجد اور عبادت گاہوں کو آباد کرنے کی بجائے ان پر حملہ کرنے والے نہ تو یومِ حساب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ مومن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾﴾ (التوبة: ١٨)

”اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔“

ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بھی بڑا گناہ ہے:

نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کے قتل کو بھی پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بھی بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ.))¹

”سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔“

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

¹ سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی تشدید قتل المومن، رقم: ۱۳۹۵۔ سنن نسائی، کتاب تحريم الدم، باب تعظيم الدم، رقم: ۳۹۸۷۔ سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم غلما، رقم: ۲۶۱۹۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

قَتَلَ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا.))❶

”سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک تمام دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہے۔“

ایک روایت میں کسی بھی شخص کے قتل ناحق کو دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا ہے: (عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَزَوَالِ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَهْوَنُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ سَفْكِ دَمٍ بَغَيْرِ حَقٍّ.))❷

”سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتل ناحق سے ہلکا ہے۔“

انسانی جان کا قتل بہت بڑا گناہ بلکہ کفر ہے:

اسلام میں انسانی جان کا قتل حرام ہے، بلکہ پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ أَجْلٍ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْكَامًا مِمَّنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ (المائدة: ۳۲)

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ حکم جاری کر دیا کہ جو شخص کسی آدمی کو بغیر کسی مقتول کے بدلے، یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔“

کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے، اور اس کی وجہ سے شر و فساد کا جو

❶ سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، رقم: ۳۹۸۸-۳۹۹۰۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

❷ شعب الایمان لنبیہقی: ۴/۳۴۵، رقم: ۵۳۴۴۔

خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، اس کا بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے گا، یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو گویا وہ تمام بنی نوع انسان کے قتل کا مرتکب ہوگا، اور جو عفو و درگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا، تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔

ابن جریر نے روایت کی ہے، حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اس آیت میں موجود حکم بنی اسرائیل کی طرح ہمارے لیے بھی ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ان کے خون کو کس چیز نے ہمارے خون سے زیادہ قیمتی بنا دیا؟ علامہ ابو حفص الحسینی اپنی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰۱/۷) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَكَانَ مِمَّا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((قَالَ مُجَاهِدٌ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُحَرَّمَةً يَصْلَى النَّارَ بِقَتْلِهَا، كَمَا يَصْلَاهَا لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا))

”حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذاب دوزخ ایسا ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔“

((قَالَ قَسَادَةُ: أَعْظَمَ اللَّهُ أَجْرَهَا وَعَظَمَ وِزْرَهَا، مَعْنَاهُ: مَنْ اسْتَحَلَّ قَتْلَ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، فَكَانَ مِمَّا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا))

”حضرت قسادی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھادی ہے اور اس کا بوجھ ٹھیک کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام

لوگوں کو قتل کرتا ہے۔“

((وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾، يَعْنِي: إِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْقِصَاصِ بِقَتْلِهَا، مِثْلَ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴿فَاعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ﴾))
 ((وَقَوْلُهُ: ﴿يُحَارِبُونَ اللَّهَ﴾، آي: يُحَارِبُونَ أَوْلِيَاءَهُ كَذَا قَدَرَهُ الْجُمْهُورُ.))

”حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

”اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُحَارِبُونَ اللَّهَ﴾ سے مراد ہے: يُحَارِبُونَ أَوْلِيَاءَهُ (وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں)۔ یہی معنی جمہور نے بیان کیا ہے۔“

اعمش وغیرہ نے ابو صالح سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس دن حاضر ہوا جب آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا تو میں نے عرض کی امیر المؤمنین میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ

نے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کو پھر ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا: اگر آپ نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ لہذا آپ چلے جائیں میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب دے گا اور آپ کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر واپس آ گیا اور میں نے کسی سے کوئی لڑائی نہیں کی۔^①

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصَلِّيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝﴾ (النساء: ۲۹-۳۰)

”اور تم اپنے آپ کو (یا ایک دوسرے کو) قتل نہ کرو، اللہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے اور جو شخص ظلم و عدوان کے طور پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ کا مزہ چکھائیں گے، اور اللہ کے لیے یہ آسان بات ہے۔“

سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝﴾ (الانعام: ۱۵۱)

”اور تم اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے، مگر یہ کہ کسی شرعی حق کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا پڑے۔“

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین قسم کے انسانوں کے: شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان اور اللہ کا دین چھوڑ کر جماعت سے جدا ہو جانے والا۔“^②

① الطبقات الكبرى لابن سعد: ۷۰/۳۔ تفسیر ابن کثیر: ۱۰۷/۲، طبع مکتبہ قدوسیہ۔

② صحیح بخاری، کتاب الديات، رقم: ۶۸۷۸۔ صحیح مسلم: کتاب القسامة و المحارین، رقم: ۱۶۷۶۔

مسلمان کا قتل تو کجا، معاہدہ کے قتل کے بارے میں بھی ممانعت، زجر و توبیخ اور وعید وارد ہوئی ہے، معاہدہ سے مراد وہ شخص ہے جو اہل حرب میں سے ہو مگر وہ مسلمانوں سے امن طلب کر لے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کو بیان کیا ہے:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرِهِ أَرْبَعِينَ عَامًا))^①

”جس شخص نے معاہدہ کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، اور یقیناً اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔“

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَ ذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَقَدْ أَخُو بِذِمَّةِ اللَّهِ) فَلَا يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا))^②

”جس شخص نے معاہدہ کو قتل کیا (جو اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا) تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ذِمَّةُ الْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ وَ كُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ ذِمَّةِ الْمُسْلِمِ))^③

”یہودی، عیسائی اور ہر معاہدہ کی دیت ایک مسلمان کی طرح کی دیت ہے۔“

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: وَ

① صحیح بخاری، کتاب الحجریة، رقم: ۳۱۶۶۔

② سنن ترمذی، کتاب اللدایات، رقم: ۱۴۰۳۔ امام ترمذی نے اسے ”حسن صحیح“ قرار دیا ہے۔

③ مصنف عبدالرزاق: ۹۸، ۹۷/۱۰۔

الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَتْلُ الْمُؤْمِنِ اعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا)) ﴿١﴾

”سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ کے نزدیک ایک مومن کا قتل قیامت کے دن پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے، گھروں سے نہ نکالیں گے، اور غلام نہ بنائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود مدینہ کو وہی عہد یاد دلایا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس عہد کا پاس نہ رکھا، ایک دوسرے کو قتل کیا اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیا:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنْتُمْ هُوَلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِآلَائِهِمُ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسْرَى تَفْدُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِخَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾﴾ (البقرة: ٨٤-٨٥)

”اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور اپنے لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو گے، تو تم نے اقرار کیا، اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو۔ پھر تمہارا یہ حال ہے کہ اپنے لوگوں کو قتل کرتے ہو، ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف گناہ اور ظلم کے طور پر ایک دوسرے کی

① معجم صغیر للطبرانی، ص: ٥٤٦۔ سنن ترمذی، رقم: ١٣٩٥۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

مدد کرتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو، حالانکہ ان کو (ان کے گھروں سے) نکالنا ہی تمہارے اوپر حرام تھا۔ کیا تم لوگ اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو مانتے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا، اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو گی، اور قیامت کے دن شدید عذاب کی طرف ان کا رخ موڑ دیا جائے گا۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔“

اس کا پس منظر یہ ہے کہ اوس و خزرج والے عہد جاہلیت میں بت پرست تھے، اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ قبیلہ بنو قریظہ اور قبیلہ بنو نضیر خزرج کے حلیف ہوتے تھے اور بنو قریظہ اوس کے۔ جب لڑائی چھڑتی تھی تو ہر فریق اپنے حلیف کا ساتھ دیتا تھا، اور یہود جہاں اپنے دشمنوں کو قتل کرتے تھے، اپنے حریف عربوں کے حلیف یہودیوں کو بھی قتل کرتے تھے، ان کے گھروں سے نکال دیتے تھے، اور تمام مال و متاع لوٹ لیتے تھے، حالانکہ ایسا کرنا تورات میں ان پر حرام قرار دیا گیا تھا اور جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو تورات کے ایک حکم پر عمل کرتے ہوئے غالب فریق کے پاس سے یہودی قیدیوں کو چھڑا کر آزاد کر دیتے تھے۔

ان کے اسی مغنوص عمل کی وجہ سے اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں ذلت و رسوائی مسلط کر دی اور اپنے رسول کو ان کے خلاف ابھارا جس کے نتیجے میں قتل، قید و بند اور جلا وطنی کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

بنی اسرائیل کی خباثیوں میں سے یہ بھی تھی کہ انہوں نے کفر و قتل کے ساتھ ساتھ قتل انبیاء جیسے جرم کا ارتکاب بھی کیا۔ ان کی ان تمام بد اعمالیوں کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان پر ہمیشہ کے لیے ذلت و مسکنت مسلط کر دی، اس لیے وہ دنیا میں جب بھی رہے اور جس سرزمین پر بھی رہے، قوموں نے ان کو ذلیل کیا، اور وہ بذات خود ہمیشہ ذلیل بن کر رہے۔ اگر ان کے پاس دولت بھی آئی تو اس پر ذلت و مسکنت کی چادر پڑی رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَصُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾ (البقرة: ۶۱)

”اور ان پر ذلت و محتاجی مسلط کر دی گئی، اور اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ یہ اس لیے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے، اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے، اور اس کے حدود سے تجاوز کرتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی اور سامان۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے، اسی کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“^۱

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدَّمَاءِ))^۲

”حقوق العباد میں سے روز قیامت سب سے پہلے کسی کے ناجائز خون بہانے کے بارے سوال ہوگا۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنا۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ (ان میں سے تین یہ ہیں) آپ ﷺ نے

① صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۶۵۷۹

② صحیح بخاری، رقم: ۶۸۶۴۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۶۷۸/۲۸.

ارشاد فرمایا کہ (۱) شرک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) جس کا قتل جائز نہ ہو اس کو ناحق قتل کرنا۔^①

مسلمان کا قتل کفریہ فعل ہے:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))^②

”تم میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے کے سبب کفر کی طرف نہ لوٹ جانا۔“

گویا کلمہ گو مسلمانوں کا آپس میں قتل عام صریح کفریہ فعل ہے جسے ارتداد سے لفظی مماثلت دی گئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان و مال کے تلف کرنے اور قتل و غارتگری کی خرابی و ممانعت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ دِمَائِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ

يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ

تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: اللَّهُمَّ

أَشْهَدُ، فَلْيَبْلِغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، قُرْبَ مَبْلَغِ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ،

فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))^③

”بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام

ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۳۶۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۶۶۶۸، معجم اوسط للطبرانی: ۴/۲۶۹، رقم: ۴۱۶۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی، رقم: ۱۶۵۴ و کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رب مبلغ اوعی من سامع، رقم: ۶۷۔ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ و المحاربین و القصاص و الديات، باب تغلیظ تحريم الدماء و الاعراض و الاموال، رقم: ۱۶۷۹۔

میں (مقرر کی گئی) ہے اس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے تم تک (اپنے رب کا) پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اب چاہیے کہ (تم میں سے ہر) موجود شخص اسے غائب تک پہنچا دے کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن تک بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔ (اور سنو!) میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔“

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً یہ فیصلہ صادر فرمادیا کہ جو لوگ آپس میں خون خرابہ کریں گے، فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ کفر کے مرتکب ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مومن کے قاتل کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكْبَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ))^①

”اگر تمام آسمان و زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔“

قتل و غارت تمام جرائم سے بڑا جرم ہے:

قتل و غارت، خون ریزی، فتنہ و فساد اور ناحق خون بہانا اتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خون ریزی کی شدت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

① سنن ترمذی، کتاب الديات، باب الحكم في الدماء، رقم: ۱۳۹۸۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدَّمَاءِ))^❶

”قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔“

مسلمانوں کو بھم دھماکوں سے جلانے والے جہنمی ہیں:

مسلمانوں کو بھم دھماکوں یا دیگر آتش مواد کے ذریعے جلانے والے جہنمی لوگ ہیں۔ چنانچہ سورۃ البروج کی آیت نمبر دس میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

عَذَابٌ الْحَرِيقِ﴾ (البروج: ۱۰)

”بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ

(بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذاب جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ

میں جلنے کا عذاب ہے۔“

بعض منسفرین نے فتنے میں مبتلا کرنے سے آگ میں جلانا بھی مراد لیا ہے۔ اس معنی کی رُو سے خودکش حملوں، بھم دھماکوں اور بارود سے عامۃ الناس کو خاکستر کر دینے والے فتنہ پرور لوگ عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔

((وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَقَاتِلٌ: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ﴾ حَرَقُوهُمْ

بِالنَّارِ))^❷

”سیدنا ابن عباس اور مقاتل نے فرمایا: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ﴾ کا مطلب ہے:

(ان فتنہ پروروں نے) انہیں (یعنی مومنین کو) آگ سے جلا ڈالا۔“

((وَأَخْرَجَ عَبْدُ بَنِّ حُمَيْدٍ وَابْنُ الْمُنْدَرِ عَنْ فَتَادَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ

❶ صحیح بخاری، کتاب الدیات، رقم: ۶۴۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ و المحاربین و

القصاص و الدیات، رقم: ۱۶۷۸۔

❷ التفسیر الکبیر: ۱۱۱/۳۱۔

فَتَتَوَّالِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿ قَالَ: حَرَّفُوا.)) ❶

”عبد بن حمید اور ابن مندہر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ

فَتَتَوَّالِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿ کا معنی آگ سے جلا کر ہلاک کر دینا ہے۔“

اسی معنی کو امام قرظنی اور ابو حفص الحسینی نے بھی روایت کیا ہے۔ ❷

اسی مفہوم کو صاحب جلالین نے بھی رقم کیا ہے:

((﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَتَوَّالِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ بِالْأَحْرَاقِ ثُمَّ لَمْ يَتَوَّأُوا

فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ﴿ بِكُفْرِهِمْ ﴿ وَكَهْمُ عَذَابِ الْحَرِيقِ ﴾ أَيْ عَذَابُ

إِحْرَاقِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْأَخِرَةِ.)) ❸

”یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومن مرد و زن کو آگ میں جلا کر اذیت میں مبتلا کیا،

پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے مومنین کو جلانے کی پاداش

میں عذاب حریق (جلائے جانے کا عذاب) ہوگا۔“

مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی:

مسلمان کو قتل کرنے والے کی نفلی اور فرض عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن

صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ صِرْفًا وَلَا

عَدْلًا)) ❹

”جس شخص نے کسی مومن کو ظلم سے (ناحق) قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی

اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔“

❶ الدر المنثور: ۴۶۶/۸.

❷ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲۹۵/۱۹.

❸ تفسیر الجلالین: ۸۰۱/۱.

❹ الترغیب و الترہیب: ۲۹۷/۳۔ نصب الرایة: ۳۲۵/۴.

مسلمان کو اذیت دینے والے کے لیے عذابِ جہنم:

مسلمانوں کو اذیت میں مبتلا کرنا اور انہیں جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم اور آگ کی دردناک سزا دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ (البروج: ۱۰)

”بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دے گا جو اس کی مخلوق کو اذیت دیتے ہیں:

((إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا.))^①

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔“

جملہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کے تحت یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و جبر اور فتنہ و فساد کا نشانہ بنانے والوں کی سزا جہنم اور آگ ہے۔ امام فخر الدین رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((كُلُّ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ وَهَذَا أَوْلَى لِأَنَّ اللَّفْظَ عَامٌّ وَالْحُكْمُ عَامٌّ، فَالْتَّخِصِيصُ تَرْكٌ لِلظَّاهِرِ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ.))^②

① صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الاداب، باب الوعيد الشديد لمن عذب الناس بغير حق، رقم:

۲۶۱۳

② التفسیر الکبیر: ۱۱۱/۳۱

”جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود اصلاً مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کے لیے عذاب جہنم ہے) یہ معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا۔“

”تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ اس نے حالت بے قراری میں چھری پکڑی اور اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جس سے اس کا اتنا خون بہا کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے خود فیصلہ کر کے میرے حکم پر سبقت کی ہے، لہذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔“

حضرت حسن بصری سیدنا جناب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا۔

(رَأَى رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، خَرَجَتْ بِهِ فُرْحَةً، فَلَمَّا آذَنَهُ
اِنْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، فَنَكَأَهَا، فَلَمْ يَرَقَّ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ.
قَالَ رَبُّكُمْ: قَدْ حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.)

”پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے جسم پر ایک پھوڑا نکلا، جب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے مسلسل خون بہنے لگا اور نہ رکا۔ اس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ تمہارے رب نے فرمایا: میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔“

غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے:

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الامان، باب غلظ تحريم قتل الانسان نفسه و اد من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، رقم: ۱۱۳۔ صحیح ابن حبان: ۳۲۹/۱۳، رقم: ۵۶۸۹۔

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))^❶

”جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا))^❷

”جس نے کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔“

غیر مسلم مذہبی پادریوں کے قتل کی ممانعت:

غیر مسلموں کے مذہبی راہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ: لَا تَغْدِرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَمَثَلُوا وَلَا تَقْتُلُوا الْوُلْدَانَ وَلَا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ))^❸

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم صادر فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل

❶ سنن نسائی، کتاب القسامة، ۱۰۰، تعظیم قتل المعاهد، رد: ۵۷۷/۶۔ سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی البغیاء للمعاهد و حرمة رتہ، رقم: ۲۷۶۰۔ مسند احمد بن حنبل: ۵/۳۸۰۳۳۔ رقم: ۳۰۹۱۲۰۳۹۳۔ مسند دارمی: ۲/۳۰۸/۲۔ رقم: ۲۵۰۴۔ مستدرک حاکم: ۱۵۴/۲۔ رقم: ۲۶۳۱۔ امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحجریة، رقم: ۲۹۹۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۶۸۶۔ مسند بزار: ۱/۳۶۸، رقم: ۲۳۸۳۔

❸ مسند احمد بن حنبل: ۱/۳۳۰، رقم: ۲۷۲۸۔ تصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۴۸۴، رقم: ۳۳۱۳۲۔ مسند ابو یعلیٰ: ۴/۴۲۲، رقم: ۲۵۴۹۔

نہ کرنا۔“

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی راہنماؤں کا قتل عام بھی جائز نہیں ہے۔
مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے:

حضرت عبدالرحمن بن بیلہانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا أَحَقُّ مَنْ وَفَى بِذِمَّتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فُقْتِلَ.))^❶

”ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطور قصاص مسلمان قاتل کو قتل کیے جانے کا) حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔“

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ))^❷

”اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کو دیت میں مساوی حقوق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

((دِيَةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَكُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ.))^❸

❶ مسند الشافعی، رقم: ۳۴۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/۳۰، رقم: ۱۵۶۹۶۔

❷ کتاب الام: ۳۲۰/۷۔

❸ مصنف عبدالرراق: ۹۸-۹۷/۱۰۔

”یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔“

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

((دِيَّةُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوسِيِّ مِثْلُ دِيَّةِ الْحَرِّ

الْمُسْلِمِ)) ❶

”(پر امن) یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔“

امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ دِيَّةَ الْمُعَاهِدِ فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَثْمَانَ رضي الله عنهم مِثْلُ

دِيَّةِ الْحَرِّ الْمُسْلِمِ)) ❷

”بے شک سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضي الله عنهم کے ادوار میں غیر مسلم شہری کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔“

غیر مسلم پر ظلم کی ممانعت:

قرآن و حدیث کے مطابق ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ جس نے ظلم کیا حسب دستور بدلہ اور سزا کا وہی مستحق ہے، اس کے بدلے میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس کے جرم کی سزا اس کے اہل و عیال، دوستوں یا اس کی قوم کے دیگر افراد کو نہیں دی جاسکتی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ آبِغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ

تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ (الانعام: ۱۶۴)

”اور جو انسان بھی کوئی برا عمل کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے، اور کوئی

❶ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۷/۵، رقم: ۲۷۴۴۸۔ مصنف عبدالرزاق: ۹۵/۱۰۔

❷ کتاب الام: ۳۲۱/۷۔

جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمہیں اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، تو وہ تمہیں اس صحیح بات کی خبر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔“

امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ نے شام کے گورنر سیدنا ابو عبیدہؓ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں من جملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا:

((وَأَمْنَعِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلِّهَا.))^①

”تم بحیثیت گورنر شام (مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔“

خلیفہ رابع علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بَدَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَاءُ هُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا.))^②

”غیر مسلم شہری ٹیکس اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے اموال ہمارے اموال کے برابر محفوظ ہو جائیں۔“

غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر اسلامی حد نافذ ہوگی:

اسلام نے مال کی چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر نہایت سخت سزا مقرر کی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس کی سفارش کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس پر بھی حد جاری کی جاتی۔^③

② المغنی لابن قدامہ: ۱۸۱/۹.

① کتاب الحراج لابی یوسف: ۱۵۲.

③ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، رقم: ۳۲۸۸۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، رقم: ۱۶۸۸.

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں رقمطراز ہیں:

((فَإِنَّ مَالَ الدِّمِيِّ وَالْمُعَاهِدِ وَالْمُرْتَدِّ فِي هَذَا كَمَالِ الْمُسْلِمِ))^①

”یقیناً غیر مسلم شہری، معاہد اور مرتد کا مال بھی اس اعتبار سے مسلمان کے مال ہی کی طرح ہے۔“

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے پر بھی مسلمان پر حد جاری کی جائے گی۔^②

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔^③
مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے۔ اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں ان کا حق دلوانے کا اعلان فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوْ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ

أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طَيْبِ نَفْسٍ، فَإِنَّا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))^④

”خبردار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی

① شرح صحیح مسلم: ۷/۱۲.

② المحلی: ۳۰۱/۱۰.

③ بدایۃ المحتشد: ۲/۲۹۹.

④ سنن ابو داؤد، کتاب الحراج و الفی و الامارۃ، رقم: ۳۰۵۲۔ السنن الکبریٰ: ۲۰۵/۹۔ الترغیب و الترہیم: ۷/۴۔ کشف الخفاء: ۳۴۲/۲۔ حدیث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے چھین لی تو روزِ قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔“

غیر مسلم شہریوں کا اندرونی جارحیت سے حفاظت:

اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم و زیادتی کرے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَآخِذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَدَابِ رَبِّنَا بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝﴾

(الاعراف: ۱۶۵)

”اور ہم نے ان لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے نہایت برے عذاب کے ذریعے پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کر رہے تھے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَدَى ذِمِّيًّا فَأَنَا خَصْمُهُ، وَمَنْ كُنْتُ خَصْمُهُ خَصَمْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❶

”جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کا وکیل ہوں گا اور جس کا

میں فریق ہوں گا تو قیامت اس پر غالب آ جاؤں گا۔“

غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے تحفظ:

غیر مسلم شہریوں کا بیرونی جارحیت سے تحفظ کرنے کے حوالے سے حکومتِ وقت پر وہ سب کچھ واجب ہے جو مسلمان کے لیے اس پر لازم ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس قانونی و سیاسی طور پر غلبہ و اقتدار بھی ہوتا ہے اور عسکری و فوجی قوت بھی، اس لیے اس پر واجب ہے کہ

❶ تاریخ بغداد: ۸/۳۷۰۔ عمدۃ القاری: ۱۵/۸۹۔

وہ ان کے مکمل تحفظ کا اہتمام کرے۔ سیدنا امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّمَا بَدَلُوا الْجَزِيَّةَ لِتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَ أَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا.)) ❶

”بے شک غیر مسلم شہری اس لیے ٹیکس دیتے ہیں کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہو جائیں۔“

فقہ حنبلی کی کتاب ”مطالب اولی النہی“ میں مرقوم ہے:

”حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو مسلم ریاست میں رہنے کی وجہ سے ہر قسم کی اذیت و تکلیف سے مکمل تحفظ فراہم کرے۔“ ❷

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ جب تاتاریوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا تو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ قیدیوں کی رہائی کے لیے ”قطلو شاہ“ کے پاس گئے۔ تاتاری قیادت نے مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے پر تو آمادگی ظاہر کی مگر غیر مسلم شہریوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی تمام قیدی آزاد نہ کیے جائیں۔ وہ ہمارے ہی غیر مسلم شہری ہیں اور ہم کسی بھی قیدی کو قید کی حالت میں نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ غیر مسلم آبادی سے تعلق رکھتا ہو یا مسلم آبادی سے۔ جب اس نے اپنے موقف پر ان کا اصرار اور شدت دیکھی تو ان کی خاطر تمام مسلم و غیر مسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ❸

اسی طرح بلا امتیاز قتل عام کی ممانعت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَهْدِيكُمْ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ

أَنْ تَكْفُرُوا لَهُمْ وَ تَقْسُطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (الممتحنة: ۸)

❶ المغنی: ۱۸۱/۹۔ نصب الرایة: ۳۸۱/۳۔

❷ الفروق للقرافی: ۱۵۰۱۴/۳۔

❸ مجموع الفتاوی: ۶۱۸، ۶۱۷/۲۸۔

”اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَجَدْتِ امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَعَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الصَّبِيَّانِ .))^①

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے (ختمی سے) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمادی۔“

ابن بطال نے ”شرح صحیح البخاری (۵/۱۸۶)“ میں اور امام نووی نے ”شرح صحیح مسلم (۱۲/۳۷)“ میں اسی موقف کی تائید کی ہے کہ دوران جنگ عورتوں کا قتل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔
امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں روایت کیا ہے:

((عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ أَبِي حَقِيقٍ، نَهَى حِينَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الصَّبِيَّانِ .))^②

”سیدنا ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکر اسلام کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔“

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد و السیر، رقم: ۲۸۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد و السیر،

رقم: ۱۷۴۴۔

② مصنف عبدالرزاق: ۲۰۲/۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۷/۹۔

سیدنا ابو ثعلبہ حُثنی روایت کرتے ہیں:

«(نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ)»^①

”نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔“

غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت:

دورانِ جنگ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت بھی اسلام کے سنہری اور انسان دوست ضابطوں میں سے ایک ہے۔ امام ابو داؤد سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«(وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَائِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً)»^②

”نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو، نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔“

امام ابن ابی شیبہ حضرت ضحاک سے روایت کرتے ہیں:

«(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ قَتْلِ الْمَرْأَةِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيرِ)»^③

”نبی اکرم ﷺ عورتوں اور عمر رسیدہ افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے

تھے۔“

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے جس میں مندرجہ بالا طبقات کا اکٹھا اور قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی

اکرم ﷺ جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو یوں ہدایات دیتے:

«(وَلَا تَقْتُلُوا وِلْدَانًا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا

تَعَوْرُونَ عَيْنًا، وَلَا تَعْقِرُونَ شَجَرَةً إِلَّا شَجَرًا يَمْنَعُكُمْ قِتَالًا، وَلَا

تَمَثَّلُوا بِأَدْمِيٍّ وَلَا بِهَيْمَةٍ، وَلَا تَغْدُرُوا وَلَا تَغْلُوا)»^④

① المعجم الاوسط: ۱۱۳/۷، رقم: ۷۰۱۱.

② سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۱۴۔ السنن الکبری للبیہقی: ۹۰/۹۔

③ مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴/۶.

④ السنن الکبری للبیہقی: ۹۰/۹، رقم: ۱۷۹۳۴.

”کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک و ویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے درخت کو نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری و خیانت نہ کرنا۔“

غیر مسلموں کے معبودوں کو برا مت کہو:

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ مشرکین غصہ میں آ کر اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

”اور اے مسلمانو! تم ان لوگوں کو گالیاں نہ دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، پس وہ بغیر جانے سمجھے زیادتی کرتے ہوئے اللہ کو گالی دیں گے۔“

عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ مسلمان کافروں کے بتوں کو برا کہتے تھے تو انہیں روکا گیا، تاکہ وہ اللہ کو گالی نہ دینے لگیں۔^①

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے:

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھے اور انہیں مکمل تحفظ فراہم کرے۔ سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتِ صَوَابِعُ وَيَبِيعُ وَالصَّلَاةُ

وَمَسْجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ﴾ (الحج: ۴۰)

”اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا

① تفسیر عبدالرزاق: ۲/۶۱، رقم: ۸۴۰.

ذکر کیا جاتا ہے۔“

ابوبکر الجصاص ”احکام القرآن“ میں درج بالا آیت کی تفسیر میں تابعی کبیر امام حسن

بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

((يَذْفَعُ عَنْ هَذِهِ مُصَلِّيَاتِ أَهْلِ الذِّمَّةِ بِالْمُؤْمِنِينَ))^①

”اللہ تعالیٰ مؤمنین کے ذریعے غیر مسلم شہریوں کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے

(یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)۔“

امام ابوبکر الجصاص اسی آیت کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں:

((فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُورَةَ لَا يَجُوزُ أَنْ

تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنَ الْكُفَّارِ))^②

”اور آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا

گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر مسلم شہریوں کی ہی ہوں۔“

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ”احکام اہل الذمۃ“ میں لکھتے ہیں:

((يَذْفَعُ عَنْ مَوَاضِعَ مُتَعَبِّدَاتِهِمْ بِالْمُسْلِمِينَ كَمَا يُجِبُّ

الدَّفْعَ عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ ، وَهَذَا الْقَوْلُ هُوَ

الرَّاجِحُ ، وَهُوَ مَذْهَبُ ابْنِ عَبَّاسٍ))^③

”اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے ان کی عبادت گاہوں کا دفاع فرماتا ہے۔۔۔۔۔

جیسا کہ وہ ان کے معبودوں کا دفاع کرتا ہے مخالف اور ناپسندیدہ عقیدہ ہونے

کے باوجود۔ یہی قول راجح ہے اور یہی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بھی ہے۔“

شریعت کی یہ حکمت عملی ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہب و مسلک پر برقرار رہنے کی

پوری آزادی ہوگی۔ اسلامی مملکت ان کے عقیدہ و عبادت سے تعرض نہ کرے گی۔ اہل نجران

② احکام القرآن: ۸۳/۵

① احکام القرآن: ۸۳/۵

③ احکام اہل الذمۃ: ۱۱۶۹/۳

کو نبی اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا اس میں یہ درج تھا:

”نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جائیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔“^①

ابن ابی شیبہ حضرت ثابت بن حجاج کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

((أَلَا لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ.))^②

”خبردار! عبادت گاہوں میں موجود (غیر متحارب) پادری کو قتل نہ کیا جائے۔“

نبیہتی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلامی لشکروں کو جہادی مہم پر روانہ کرتے تو انہیں وصیت کرتے:

((وَلَا تَغْرِفَنَّ نَخْلًا، وَلَا تُحْرِقَنَّهَا، وَلَا تَعْقِرُوا بِهِمَةَ، وَلَا شَجَرَةَ ثُمُرٍ، وَلَا تَهْدِمُوا بَيْعَةَ، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ، وَلَا الشُّيُوخَ، وَلَا النِّسَاءَ، وَاسْتَجِدُّوْنَ أَقْوَامًا حَسَبُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعَوْهُمْ، وَمَا حَسَبُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ))^③

”کھجور کے باغات کو تباہ و برباد کرنا نہ انہیں جلانا، نہ کسی چوپائے کو ذبح کرنا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کوئی گرجا گھر گرانا، نہ بچوں کو قتل کرنا نہ بوڑھوں

① الطبقات الكبرى لابن سعد: ۱/۲۲۸، ۳۵۸.

② مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۷.

③ السنن الكبرى للبيهقي: ۹/۸۵، رقم: ۱۷۹۰۴.

کو، نہ عورتوں کو۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں میں پابند کر رکھا ہوگا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو پابند کر رکھا ہے، چھوڑ دینا۔“

مسلم علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسمار کرنے کی ممانعت:

مسلم علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے بلکہ ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ جصاص نے ”احکام القرآن“ میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے:

((فِي أَرْضِ الصُّلْحِ إِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِينَ، لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ بَيْعَةٍ أَوْ كِنِيسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ.))^①

”صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔“

غیر مسلم لوگوں کو آگ میں جلانے کی ممانعت:

عہد جاہلیت میں لڑائی کے دوران اس قدر وحشیانہ افعال سرزد ہوتے تھے کہ شدت انتقام میں دشمن کو زندہ جلادیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگی قوانین میں بے شمار اصلاحات کے ساتھ ساتھ آگ میں جلانے جیسی وحشیانہ حرکت سے بھی منع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے جلایا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ.))^②

”آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔“

موذی جانوروں کو آگ سے جلانا ممنوع ہے تو انسانوں کو جلانا تو بالاولیٰ ممنوع ہوا۔

① احکام القرآن للحصاص: ۸۳/۵.

② سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۷۵۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

چنانچہ محمد بن حمزہ اسلمی اپنے والد (حمزہ بن عمر اسلمی) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دستے کا امیر بنایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اگر تمہیں فلاں شخص مل جائے تو اس کو آگ سے جلا دینا۔“ میں نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا۔ میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم فلاں کو پاؤ تو اسے قتل کر دینا، جلا نا نہیں، بلاشبہ آگ سے عذاب آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔“^①

دشمن کو آگ میں جلا نا تو ممنوع ہے، البتہ جنگی حکمت عملی کے پیش نظر قلعوں اور عمارتوں کو جلانے میں کوئی ممانعت نہیں اور یہی حکم گولہ باری اور بمباری کا ہے اور اس کی زد میں اگر کوئی آجائے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

غیر مسلم لوگوں کے گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرنا ممنوع ہے:

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا:

((إِنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ))^②

”جو شخص دوسروں کے گھروں میں گھس کر تنگ کرے یا راستوں میں لوٹ مار

کرے اس کا یہ (دہشت گردانہ) عمل جہاد نہیں کہلائے گا۔“

دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت:

اسلام نہ خونِ ناحق کی اجازت دیتا ہے اور نہ دشمن کی سرزمین پر کھلی تباہی و بربادی کا

① مسند احمد: ۴/۴۹۴۳.. سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۷۳۔ فتح الباری: ۶/۱۴۹۔

حافظ ابن حجر نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۲۹۔ محدث البانی نے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔

خواہاں ہے۔ اسلام کا نظام امن و اصلاح کا داعی ہے اس لیے حالت جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں برباد ہوں، نہ پھل دار درخت کاٹے جائیں اور نہ املاک کو نذر آتش کیا جائے۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ:

((وَنَهَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يَزِيدَ أَنْ يَقْطَعَ شَجْرًا مُشْمِرًا أَوْ يُخْرِبَ عَامِرًا، وَ عَمِلَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَهُ))^①

”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو (دوران جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا ہے۔“

ابن ابی شیبہ حضرت مجاہد سے بیان کرتے ہیں:

((لَا يُقْتَلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيُّ، وَلَا امْرَأَةٌ وَلَا الشَّيْخُ الْفَانِيُّ، وَلَا يُحْرَقُ الطَّعَامُ، وَلَا النَّخْلُ وَلَا تُخْرَبُ الْبُيُوتُ وَلَا يُقْطَعُ الشَّجَرُ الْمُشْمِرُ))^②

”جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخ فانی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، اور نہ ہی گھروں کو ویران کیا جائے اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے۔“

اسی طرح کی ایک اور روایت میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو میل چلے اور اہل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

((أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، لَا تَعْصُوا وَلَا تَعْلُوا، وَلَا تَجْبُنُوا،

① سنن ترمذی، کتاب السیر، باب فی التحریق و التحریب، رقم: ۱۰۵۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۲۔

وَلَا تَغْرِقُوا نَخْلًا، وَلَا تَحْرِقُوا زَرْعًا، وَلَا تَحْسِبُوا بَهِيمَةً، وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرَةً مُشْمِرَةً، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا صَبِيًّا صَغِيرًا.))❶

”میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، (اور یہ کہ) نا فرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ کرنا، کھجور کے درختوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخ فانی کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو۔“

عاصم بن کلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے بیان کیا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی شدت محسوس ہوئی اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس انہیں بکریاں ملیں تو انہیں لوٹ کر ذبح کر لیا۔ کھانے کی ہانڈیوں میں ابال آ رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگائے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

((إِنَّ النَّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ.))❷

”لوٹ مار (کا کھانا) مردار جانوروں کے گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔“

خلفاء راشدین کے ادوار میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ:

ذیل کی سطور میں ہم جائزہ لیں گے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار خیر میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام کیسا تھا۔

❶ مسند ابی بکر للمروزی: ۶۹-۷۲، رقم: ۲۱.

❷ سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۰۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۱/۹، رقم: ۱۷۷۸۹۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

عہدِ فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

عہدِ فاروقی میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفسِ انسانی کے احترام اور وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ سمجھتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے ایک یہ حکم بھی درج تھا:

((وَأَمْنَعِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْإِضْرَارِ بِهِمْ وَأَكْلِ
أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِحِلَّهَا.))^①

”تم بحیثیت گورنر (مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کے مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔“

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے احوال دریافت فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اس پر وہ کہتے: ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا ہے جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔^②

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اقلیتوں کا خیال تھا حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ ہی کے فرد نے آپ کو شہید کیا۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((أَوْصِيَ الْحَلِيقَةَ مِنْ بَعْدِي بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ: أَنْ
يُؤْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا

① کتاب الحراج لابی یوسف: ۱۵۲۔

② تاریخ طبری: ۵۰۳/۲۔

فَوْقَ طَاقَتِهِمْ .))❶

”میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ میں آنے والے غیر مسلم شہریوں کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہے کہ ان سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے بوقتِ ضرورت لڑا بھی جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔“

((أَنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا .))❷

”بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم شہریوں کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا بلکہ بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل و عیال کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

امام ابو عبید القاسم بن سلام ”کتاب الاموال“ میں بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ بِشَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الدِّمَّةِ، يَسْأَلُ عَلَى أَبْوَابِ النَّاسِ . فَقَالَ: مَا أَنْصَفْنَاكَ أَنْ كُنَّا أَخَذْنَا مِنْكَ الْجِزْيَةَ فِي شَيْبَتِكَ، ثُمَّ ضَيَعْنَاكَ فِي كِبَرِكَ . قَالَ: ثُمَّ أَجْرَى عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يُصْلِحُهُ .))❸

”امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ، رقم: ۱۳۲۸۔ مصنف ابن ابی

شیبہ: ۴۳۶/۷۰، رقم: ۳۷۰۵۹۔ السنن الكبرى بیہقی: ۱۵۰/۸۔ طبقات ابن سعد: ۳۳۹/۳۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر، باب الوعد الشديد، رقم: ۲۶۱۳۔ سنن ابو داؤد، کتاب الخراج، باب

فی التشديد، رقم: ۳۰۴۵۔ مسند احمد بن حنبل: ۴۰۳/۳، ۴۰۴، ۴۶۸۔ السنن الكبرى للنسائي:

۲۳۶/۵، رقم: ۸۷۶۱۔

❸ کتاب الاموال لابی عبید: ۵۷، رقم: ۱۱۹۔

کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔“

عہدِ عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

امام ابو عبید، امام حمید بن زنجویہ اور بلاذری نے غیر مسلموں سے متعلق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سرکاری فرمان نامہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((إِنِّي أَوْصِيكَ بِهِمْ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ لَهُمُ الدِّمَةُ.))^①

”میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہیں جنہیں جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جا چکی ہے۔“

عہدِ علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق اسی طرح محفوظ و محترم رہے اور انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا مکمل تحفظ حاصل رہا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے اس مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو

① الطبقات الكبرى لابن سعد: ۱/۳۶۰۔ کتاب الخراج لابی یوسف: ۸۰۔ کتاب الاموال لابی

عبید قاسم: ۲۴۶، رقم: ۵۰۵۔

فرمایا: ((لَعَلَّهْمُ فَرَعَوْكَ أَوْ هَدَدُوكَ)) "شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلویا ہے۔" اس نے کہا: نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لیے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لیے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی دے رہا ہوں۔ اس پریسڈنٹ علیؓ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہر حال ہماری شریعت کا اصول یہی ہے کہ:

((مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا، فَذِمَّتُهُ كَذِمَّتِنَا، وَ ذِمَّتُهُ كَذِمَّتِنَا.))^①

”جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔“

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے فرمایا:

((إِذَا قُتِلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ))^②

”اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔“

عہدِ عمر بن عبدالعزیزؓ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے اسوۂ مبارکہ کے مطابق حضرت عمر بن

عبدالعزیزؓ اپنے ماتحت افسران کو حکم دیتے تھے:

((أَنْ لَا تَهْدِمُوا كِنِيْسَةً وَلَا بَيْعَةً وَلَا بَيْتَ نَارٍ.))^③

”کسی گرجا، کلیسا اور آتش کدہ کو مسمار نہ کرو۔“

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبدالملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو

زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو

① السنن الكبرى للبيهقي: ۳۴/۸۔ مسند الشافعي: ۳۴۴/۱۔

② كتاب الام للشافعي: ۳۲۰/۷۔ ③ احكام اهل الذمة لابن القيم: ۱۲۰۰/۳۔

خبر پہنچی تو آپ نے مسجد کا وہ حصہ منہدم کروا کر عیسائیوں کو واپس کروا دیا۔ روایت میں ہے:

((فَلَمَّا اسْتَخْلَفَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، شَكِيَ النَّصَارَى اِلَيْهِ مَا فَعَلَ الْوَلِيدُ بِهِمْ فِي كَيْسِيَّتِهِمْ، فَكَتَبَ اِلَى عَامِلِهِ يَا مَرَّةُ بِرَدِّ مَا زَادَهُ فِي الْمَسْجِدِ.))^❶

”جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید کے کئیہ پر کیے گئے ظالمانہ قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گر جا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے واپس عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔ سوایا کر دیا گیا۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گورنر کو اس مسلمان کے بارے میں لکھا جس نے کسی معاہدہ کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس مسلمان کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر ولی چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس گورنر نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا اور اسے Capital Punishment دی گئی۔^❷

عہد رسالت مآب ﷺ ہو یا دورِ صحابہ یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسن سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پرسکون زندگی گزارتے تھے، حتیٰ کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام معاشی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا مثالی حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

❶ فتوح البلدان للبلاذری: ۱۰۰.

❷ مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۱۰۱، رقم: ۱۸۵۱۸.

دہشت گردی کی مذمت پر ائمہ ہدیٰ کے فتاویٰ

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ الغرض اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

”اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جو اباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔“

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے:

اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ لَشَدَّ ثَبَاتِ الْبَيِّنَاتِ الْبَيِّنَاتِ الْبَيِّنَاتِ مِنَ الْغَيْبِ ۗ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

”دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو

چکی ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

((لَا تَكْرَهُواْ أَحَدًا عَلَى الدُّخُولِ فِي دِينِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ بَيْنَ وَاضِحٍ جَلِيٍّ دَلَالَتُهُ وَبَرَاهِينُهُ، لَا يَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُكْرَهَ أَحَدٌ عَلَى الدُّخُولِ فِيهِ))^①

”تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ دین واضح اور نمایاں دلائل و براہین والا ہے اور یہ اس چیز کا محتاج نہیں کہ کسی کو مجبوراً اس میں داخل کیا جائے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَأَنْتُمْ تُكْفِرُوا النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (يونس: ۹۹)

”تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لیے غیر مسلم شہریوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ مسلمانوں کے ہاں ایمان محض ایک کلمہ نہیں جو زبان سے ادا کیا جاتا ہے یا محض ایسے افعال کا نام نہیں جو بدن سے ادا ہوتے ہیں بلکہ اس کی بنیاد دل کی تصدیق پر ہے، اس لیے اس باب میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دی گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل قدس کو جو امان دی تھی اس کے الفاظ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو میسر نہ ہی آزادی کا دستور ہیں:

((هَذَا مَا أَعْطَى عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَهْلَ إِبِلْيَاءَ مِنَ الْأَمَانِ، أَعْطَاهُمْ أَمَانًا لِأَنْفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَلِكُنَائِسِهِمْ وَصُلْبَانِهِمْ، وَسَقِيمِهَا وَبَرِيئِهَا وَسَائِرِ مَلْتِهَا، إِنَّهُ لَا تُسْكَنُ

① تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۱۰.

كُنَائِسِهِمْ وَلَا تُهَدِّمُوا وَلَا يَنْتَقِصُوا مِنْهَا وَلَا مِنْ حِيْزِهَا، وَلَا مِنْ صَلِيْبِهِمْ، وَلَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ اَمْوَالِهِمْ، وَلَا يُكْرَهُوْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ، وَلَا يُضَارُّ اَحَدٌ مِنْهُمْ، وَلَا يُسْكَنُ بِاَيْلِیَاءٍ مَعَهُمْ اَحَدٌ مِّنَ الْيَهُودِ. ﴿۱۷۸﴾

”یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب نے اہل ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے، نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کے احاطوں کو سکیرا جائے، اور نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)۔“

مذہبی اختلاف کی بنا پر غیر مسلم کی جان و مال کو تلف کرنا منع ہے:

دین و مذہب کا اختلاف قطعی طور پر کسی کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کسی انسان پر ظلم و زیادتی کرنا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اور وہ ظلم و زیادتی خواہ قتل کی شکل میں ہو، ایذا رسانی یا اس کے اوپر جھوٹے الزام اور تہمت کی شکل میں، سب ممنوع ہے۔ ایسی ہر قسم کی زیادتی کا قصاص یعنی بدلہ واجب ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۱۷۸)

”اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں۔“

یہاں قتل کی لفظ عام ہے جو مسلمان اور غیر مسلم دونوں کا شامل ہے اور قصاص میں

بھی یہی حکم ہے جیسے جان کا بدلہ جان؛ یہ مسلم اور غیر مسلم ہر کسی کی جان ہو سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ
وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا ۗ﴾ (المائدة: ۴۵)

”اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔“

اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس معاملے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔^①

مسلح بغاوت سنگین جرم ہے:

مسلم ریاست اور اجتماعی نظم کے خلاف مسلح بغاوت کس قدر شدید جرم ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا
أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَعُوا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ
لَهُمْ جِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (المائدة: ۳۳)

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے

① بدایة المحتشد: ۲۹۹/۲

جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ پر امن معاشرے کو مسلح دہشت گردی کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ریاست کے لیے ضروری ہے خواہ ایسے لوگوں کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ محولہ بالا آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَنْ شَهَرَ السَّلَاحَ فِي فِتْنَةِ الْإِسْلَامِ وَأَخَافَ السَّبِيلَ ، ثُمَّ ظَفَرَ بِهِ وَقَدَّرَ عَلَيْهِ ، فَمَامُ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَتَلَهُ وَإِنْ شَاءَ صَلَبَهُ وَإِنْ شَاءَ قَطَعَ يَدَهُ وَرِجْلَهُ .)) ❶

”جس نے مسلمانوں کی آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پر امن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اسے قتل کرے، پھانسی دے یا چاہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دے (اور یوں ان کی قوت کو کلیتاً ختم کر دے)۔“

امام طبری اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما نے مزید لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔

اسی کو امام سیوطی نے بھی ”الدر المنثور (۳/۶۸)“ میں روایت کیا ہے۔

بغاوت پر اکسانے اور فساد انگیز کارروائیاں کرنے والوں کے لیے عذابِ جہنم کی وعید:

ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں۔ جو لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں مسلم ریاست اور ہیئتِ اجتماعی کے خلاف کسی بھی قسم کی پرتشدد، فساد انگیز اور مسلح کارروائیاں کرتے ہیں وہ باغی اور دہشت گرد ہیں۔

❶ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۵۱/۲۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری: ۶/۲۱۴۔

ان سے عام مسلمانوں کو حتی المقدور الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس ضمن میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ، وَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكُنِي. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَ شَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَ فِيهِ دَخْنٌ. قُلْتُ: وَ مَا دَخْنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَتُونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي وَ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَ تُتَكَبَّرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَدْفُوهُ فِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُونَ بِاللِسَانِ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكُنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ إِمَامَهُمْ. فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةً وَ لَا إِمَامًا؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا، وَ لَوْ أَنْ تَعْصَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يَدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَ أَنْتَ عَلَى ذَلِكَ.))¹

”لوگ تو نبی اکرم ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے (حصول علم کے لیے) شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خوف سے کہ ہمیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں مبتلا تھے، پھر اللہ تعالیٰ (آپ کے توسط سے) ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1 صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۱۸۴۷۔

ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، لیکن اس خیر میں کچھ کدورت اور ملاوٹ ہوگی۔ میں نے عرض کیا: وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اکثر لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے۔ ان میں اچھی اور بری دونوں باتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں کچھ لوگ خود جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرف بلائیں گے، جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی صفت ہمارے لیے بیان کر دیجیے گا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہماری ہی قوم و مذہب کے ہوں گے، ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا، پھر اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے تابع رہو۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ان تمام فرقوں سے اپنے کو الگ رکھنا، اگرچہ تجھے اس کے لیے کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ تیری موت آ جائے اور تو اسی حالت پہ ہو (تو یہ تیرے حق میں ان کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہوگا۔)

دہشت گردی، فساد انگیزی کی ایسی شکل ہے جس کی وجہ سے عامۃ الناس اذیت کی موت سے دوچار ہوتے ہیں اور بہت سے خوف اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ غلط اور بے بنیاد تاویل کے سہارے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے ان کے یہ جملہ اقدامات فتنے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ گرد

دہشت گردوں کو انسانیت کا قاتل بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ بڑا واضح اور صریح ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۱۹۱)

”اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے۔“

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۲۱۷)

”اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔“

مسلم سوسائٹی کے خلاف مسلح گروہ بندی کی مذمت:

نبی اکرم ﷺ نے مرکز گریز قوتوں کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔ آپ ﷺ نے ملک کے خلاف خروج و بغاوت اور افراد معاشرہ کو بلا امتیاز قتل کرنے والوں کو مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً کہہ کر گمراہ اور فلیس مینیٰ فرما کر امت سے خارج قرار دیا ہے۔ ایسے باغی دہشت گردوں اور فساد یوں کی سزا خود شارع ﷺ نے متعین فرمائی ہے اور ائمہ دین نے اپنے اپنے ادوار میں فتاویٰ بھی جاری کیے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے باغی کے لیے بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً.))

”آپ ﷺ کے فرمان ”بُرْهَانَ (واضح دلیل)“ کا مطلب یہ ہے کہ نص آیت یا خبر صحیح کی بناء پر اس میں کسی تاویل کا احتمال نہ رہے۔“

یہی موقف امام قسطلانی رحمہ اللہ نے ”ارشاد الساری“ میں اختیار کیا ہے۔^①

مسألة الخروج على ائمة الجور کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ”فتح

① ارشاد الساری للقسطلانی: ۹/۱۵۰.

الملہم“ میں یہی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَبِهَذَا الْحَدِيثِ اسْتَدَلَّ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ
الْخُرُوجُ عَلَى السُّلْطَانِ الْجَائِرِ أَوْ الْفَاسِقِ إِلَّا أَنْ يَظْهَرَ مِنْهُ كُفْرٌ
صَرِيحٌ.))^①

”اس حدیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ ظالم یا فاسق مسلمان حکومت
کے خلاف بھی مسلح جدوجہد جائز نہیں تا آنکہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو۔“

بغاوت اور دہشت گردی پر امن معاشرے کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ یہاں ہم
معاطلے کی نوعیت و حساسیت کے پیش نظر قرآن و سنت کے نصوص کے بعد اکابر ائمہ کے فتاویٰ
اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے بعد نمائندہ فقہاء کرام، علماء عظام کی آراء
پیش کرتے ہوئے ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

دہشت گردوں سے قتال پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

”الفقہ الابسٹ“ میں فرماتے ہیں:

((فَقَاتِلْ أَهْلَ الْبَغْيِ بِالْبَغْيِ لَا بِالْكُفْرِ . وَكُنْ مَعَ الْفِتْنَةِ الْعَادِلَةَ .
وَلَا تَكُنْ مَعَ أَهْلِ الْبَغْيِ . فَإِنْ كَانَ فِي أَهْلِ الْجَمَاعَةِ فَاسِدُونَ
ظَالِمُونَ . فَإِنَّ فِيهِمْ أَيْضًا صَالِحِينَ يَعِينُونَكَ عَلَيْهِمْ ، وَإِنْ
كَانَتِ الْجَمَاعَةُ بَاغِيَةً فَاعْتَرِلْهُمْ وَاخْرُجْ إِلَى غَيْرِهِمْ . قَالَ اللَّهُ
تَعَالَى : ﴿ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ﴾ ، إِنَّ أَرْضِي
وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ))^②

① فتح الملہم للنعمانی : ۱۸۴/۳ .

② النساء : ۹۷۔ العنکبوت : ۵۶۔ الفقہ الابسٹ لابی حنیفہ، (فی العقیدة و علم الکلام من اعمال

الامام محمد زاہد الکوثری)، باب فی القدر : ۶۰۶، ۶۰۷ .

”دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کفر پر ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ باغی ہیں اور واجب القتل ہیں۔ وہ معاشرے میں بد امنی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ معتدل فکر لوگوں کی سنگت اختیار کی جائے اور (اگر اتفاقاً ایسی نوبت آ جائے تو) معاشرے کو بد امنی اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے حکومت کا ساتھ دیا جائے نہ کہ دہشت گرد باغیوں کا۔ فرض کریں کہ ہیئتِ اجتماعی میں جہاں کچھ لوگ اگر مفسد اور ظالم ہیں تو وہیں بعض لوگ نیکو کار بھی ہوتے ہیں۔ یہی نیک اور صالح لوگ ان گمراہ لوگوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے۔ بفرض محال اگر لوگوں کی اکثریت ہی مسلح بغاوت پر اتر آئے تو اہل حق کو چاہیے کہ وہ ان باغیوں سے علیحدگی اختیار کر لیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف ہجرت کر جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں (کہیں) ہجرت کر جاتے؟“ اور

”بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔“

امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ:

دہشت گردوں کی سرکوبی کے بارے میں مالکی فقہ کی معروف کتاب ”المدونۃ الکبریٰ“ میں امام سخون نے امام مالک رحمہ اللہ سے یوں روایت نقل کی ہے:

((قَالَ مَالِكٌ فِي الْإِبَاضِيَّةِ، وَالْحُرُورِيَّةِ، وَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ كَلِّهِمْ أَرَى أَنْ يَسْتَبَاؤُوا، فَإِنْ تَابُوا، وَإِلَّا قُتِلُوا، قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: وَقَالَ مَالِكٌ فِي الْحُرُورِيَّةِ وَ مَا أَشْبَهَهُمْ: إِنَّهُمْ يُقْتَلُونَ إِذَا لَمْ يَتُوبُوا إِذَا كَانَ الْإِمَامُ عَدْلًا. فَهَذَا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّهُمْ إِنْ خَرَجُوا عَلَى إِمَامٍ عَدْلٍ وَ هُمْ يُرِيدُونَ قِتَالَهُ وَ يَدْعُونَ إِلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ دَعَوْا إِلَى الْجَمَاعَةِ وَ السُّنَّةِ، فَإِنْ أَبَوْا قُتِلُوا.))^①

① المدونۃ الکبریٰ لسخون: ۹۴/۳.

”امام مالک نے (خارجیوں کے گروہ) اباضیہ، حروریہ اور اہل اہواء (بدعتی لوگوں) کے بارے میں فرمایا کہ انہیں پہلے (انتہا پسندی اور دہشت گردی سے) توبہ کرنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ توبہ کر لیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک نے حروریہ اور ان کے مثل دیگر گمراہ (دہشت گرد) گروہوں کے بارے میں فرمایا: اگر وہ اپنی تخریب کاری سے توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے بشرطیکہ ریاست مسلم ہو۔ یہ قول تمہیں اس بات کی راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمان ریاست کے خلاف بغاوت کریں اور اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں اور اس سے اپنے منشور کو قبول کرنے کا مطالبہ کریں تو انہیں پہلے مسلمانوں کی اکثریت اور قانون کے دائرے میں پلٹنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کیا جائے۔

امام سخون کہتے ہیں: میں نے امام مالک سے شام کے عصیت پسند گروہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میرے خیال میں حکومت کو چاہیے کہ انہیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور باہمی انصاف کی دعوت دے، اگر وہ پلٹ آئیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

دہشت گردی اور خون ریزی کی ہر دور میں شکلیں بدلتی رہی ہیں لیکن ذہنیت ایک ہی رہی ہے۔ چنانچہ ائمہ کرام نے فرداً فرداً اس دہشت گردانہ رجحان اور فکر و عمل کے خلاف فتاویٰ جاری کیے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے دہشت گردوں کے متعلق فرمایا:

((وَلَوْ أَنَّ قَوْمًا كَانُوا فِي مِصْرٍ أَوْ صَحْرَاءٍ فَسَفَكُوا الدِّمَاءَ وَ
أَخَذُوا الْأَمْوَالَ، كَانَ حُكْمُهُمْ كَحُكْمِ قَطَاعِ الطَّرِيقِ، وَ سَوَاءٌ
الْمُكَابَرَةُ فِي الْمِصْرِ أَوْ الصَّحْرَاءِ، وَ لَوْ افْتَرَقَا كَانَتِ الْمُكَابَرَةُ

فِي الْمَضْرِبِ اعْظَمُهُمَا.))^❶

”اگر کوئی شہر پسند گروہ کسی شہر میں یا کسی صحرا و بیابان میں خونریزی کرے اور لوگوں سے مال چھین لے تو ان (کی سزا) کا حکم راہزنوں کی طرح ہے اور لوٹ کھسوٹ اور حق تلفی شہری آبادی میں ہو یا جنگل و بیابان میں، سنگینی کے لحاظ سے برابر ہے۔ اگر انہیں جدا جدا بھی دیکھا جائے تو شہری آبادیوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت زیادہ بھیسا تک ہے۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عمل اور فتویٰ:

فتنہ پروری، دہشت گردی اور خونریزی سے حتی الوسع بچنے کے لیے ائمہ کرام نے ہمیشہ اعتدال پسندی ضبط و تحمل اور ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خلق قرآن جیسے ایمانی مسئلے پر شدید دباؤ اور بے پناہ تکلیفیں حتیٰ کہ قید و بند اور کوڑوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود عامۃ المسلمین کو حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسایا۔

حضرت ابو حارث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بغاوت کی اس تحریک کے متعلق پوچھا جو بغداد میں حکومت کے خلاف چل رہی تھی۔ کیونکہ بنو عباس کے حکمران معتزلہ سے متاثر ہو کر عامۃ المسلمین کے لیے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب حکومت مخالف بغاوت میں شمولیت اور سرپرستی کی درخواست کی گئی تو آپ نے جو کلمات ادا فرمائے وہ کتنے واضح اور صریح ہیں، ملاحظہ ہوں:

((سُبْحَانَ اللَّهِ، أَلِدِمَاءُ، أَلِدِمَاءُ، لَا أَرَى ذَلِكَ، وَلَا أَمْرُ بِهِ،
الصَّبْرُ عَلَى مَا نَحْنُ فِيهِ خَيْرٌ مِنَ الْفِتْنَةِ يُسْفِكُ فِيهَا الدِّمَاءَ، وَ
يُسْتَبَاحُ فِيهَا الْأَمْوَالُ، وَيُنْتَهَكُ فِيهَا الْمَحَارِمُ.))^❷

❶ کتاب الام، للشافعی: ۲۱۸/۴.

❷ خلال، السنة، باب الانكار على من خرج على السلطان: ۱۳۲، رقم: ۸۹. اس روایت کی سند صحیح ہے۔

”سُبْحَانَ اللَّهِ۔ خون ریزی؟ خون ریزی؟ میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ ہم (حکومتی دباؤ کے نتیجے میں) جس صورت حال سے دوچار ہیں اس پر صبر کرنا اس فتنہ بغاوت سے بہتر ہے جس میں مسلمانوں کے ناحق خون بہائے جائیں، مال لوٹے جائیں اور عزتیں اور حرمتیں پامال کی جائیں۔“

لوگوں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ کیا آج ہم ایک ایسے فتنہ میں مبتلا نہیں جس کو ختم کرنے کے لیے جہاد ضروری ہو جاتا ہے؟ مخاطب کی بات سن کر آپ نے فرمایا: بلاشبہ یہ ایک فتنہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس کے مقابلے میں تلواریں نیام سے نکل آئیں تو قتل عام ہوگا اور امن اور خیر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ لہذا آپ ان حالات کو صبر و تحمل کے ساتھ گزارنے کی تلقین فرماتے رہے۔

خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں بغاوت نے جب زیادہ زور پکڑ لیا تو تمام فقہائے بغداد جمع ہو کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے اور بگڑتی ہوئی صورت حال کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ تمام جلیل القدر علماء نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ ہم آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں کیونکہ ہم تو حکومتی موقف سے تنگ آ چکے ہیں اور خلیفہ واثق باللہ کے خلاف بغاوت میں شامل ہو کر اس کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالنَّكْرَةِ بِقُلُوبِكُمْ، وَلَا تَخْلَعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، وَلَا تَشْفُوا عَصَا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَسْفِكُوا دِمَاءَكُمْ وَدِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ مَعَكُمْ، أَنْظِرُوا فِي عَاقِبَةِ أَمْرِكُمْ، وَاصْبِرُوا حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ، أَوْ يُسْتَرَأَخَ مِنْ فَاجِرٍ، لَا، هَذَا خِلَافُ الْأَثَارِ الَّتِي أَمَرْنَا فِيهَا بِالصَّبْرِ.))^①

① خلال، السنة، باب الانكار على من خرج على السلطان: ١٣٣، رقم: ٩٠.

”تم دل میں اس مسئلہ کو برا سمجھو لیکن حکومت وقت کی حاکمیت کو چیلنج نہ کرو اور مسلمانوں کی قوت اور وحدت کو نہ توڑو اور اپنا اور مسلمانوں کا خون مت بہاؤ اور اپنے اس معاملہ کے انجام پر غور کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ نیک آدمی کو آرام ملے یا فاسق و فاجر سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور یہ خروج ان آثار (یعنی صحابہ و تابعین کی روایات اور تعلیمات) کے خلاف ہے جن میں ہمیں ایسے حالات میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔“

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) سے لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے مقابلے میں مسلح جدوجہد کے متعلق فتویٰ مانگا اور آپ کو باغیانہ تحریک میں شمولیت کی طرف متوجہ کیا لیکن آپ نے بھی لوگوں کو سمجھایا اور صبر و تحمل کے ساتھ فتنے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور سائل سے کہا:

((كَفَيْتُكَ هَذَا الْأَمْرَ، وَنَقَرْتُ لَكَ عَنْهُ، إَجْلِسْ فِي

بَيْتِكَ.))❶

”میں نے تجھے اس معاملہ سے بے نیاز کر دیا ہے اور معاملے کی وضاحت کر دی ہے۔ تم اس بغاوت کی تحریک سے بالکل الگ رہو۔“

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۹-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

((وَلَا نَرَى السَّيْفَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ إِلَّا مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ

السَّيْفُ، وَلَا نَرَى الْخُرُوجَ عَلَى أَيْمَتِنَا وَوَلَاةَ أُمُورِنَا، وَإِنْ

جَارُوا، وَلَا نَدْعُو عَلَيْهِمْ، وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِّنْ طَاعَتِهِمْ.))❷

❶ خلال، السنة، باب الإنكار على من خرج على السلطان: ۱۳۷، رقم: ۹۶.

❷ العقيدة الطحاوية لنطحاوی، رقم: ۷۱، ۷۲.

”ہم حکومت و سلطنت کے خلاف عسکری بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ خطا کار

ہی ہو اور نہ ہی ان کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں۔“

امام ابن ابی العزائمی رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی اسی عبارت کی شرح میں صحیح مسلم میں سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی حدیث نقل کی ہے، جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم ہے کہ اگر امراء و حکام شرار اور لائق نفرت بھی ہوں، تب بھی جب تک مسلمان ہیں ان کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج جائز نہیں۔

اسی طرح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ((وَلَا يَنْزَعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ)) ”تم حکومت کی حاکمیت سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچنا۔“ کو بھی انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے امام ابن ابی العزائمی نے مزید لکھا ہے:

((فَقَدْ دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلَى وُجُوبِ طَاعَةِ أَوْلَى الْأَمْرِ مَا لَمْ يَأْمُرُوا بِمَعْصِيَةٍ. فَتَأَمَّلْ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾. كَيْفَ قَالَ ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ وَلَمْ يَقُلْ: ”وَأَطِيعُوا أَوْلَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“. لِأَنَّ أَوْلَى الْأَمْرِ لَا يُعْرَدُونَ بِالطَّاعَةِ، بَلْ يُطَاعُونَ فِيمَا هُوَ طَاعَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. وَأَعَادَ الْفِعْلَ مَعَ الرَّسُولِ ﷺ لِأَنَّهُ هُوَ مَعْصُومٌ. ”وَأَوْلُوا الْأَمْرَ“ لَا يُطَاعُ إِلَّا فِيمَا هُوَ طَاعَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. وَأَمَّا لُزُومُ طَاعَتِهِمْ (وَإِنْ جَارُوا) فَلِأَنَّهُ يَتَرْتَّبُ عَلَى الْخُرُوجِ عَنْ طَاعَتِهِمْ مِنَ الْمَفَاسِدِ أَضْعَافٌ مَا يَحْصُلُ مِنْ جَوْرِهِمْ.))^①

”کتاب و سنت کے احکامات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حکومت وقت کی اس وقت تک اطاعت لازم ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں: ”تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

① شرح عقيدة الطحاوية لابن ابی العزائمی: ۲۸۲.

اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”تم رسول کی اطاعت کرو۔“ یہ نہیں فرمایا کہ ”تم صاحبان امر کی اطاعت کرو۔“ کیونکہ اولو الامر اطاعت کے ساتھ منفرد اور خاص نہیں ہے بلکہ ان کی اطاعت اسی معاملے میں کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تحت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فعل اطاعت کو صرف رسول ﷺ کے ساتھ دہرایا ہے کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ جبکہ حکام کی اطاعت اسی امر میں کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔ ہاں ان کے ظالم ہونے کے باوجود ان کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مفاسد کے باعث ان کے خلاف مسلح خروج اور بغاوت، ان کی ناانصافیوں کی وجہ سے جنم لینے والی خرابیوں سے کئی گنا زیادہ خرابیوں کا باعث ہو گی (اس لیے بڑی تباہی اور نقصان سے بچنا لازم ہے)۔“

امام ماوردی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام ماوردی رحمہ اللہ (م ۳۵۰ھ) نے ”الاحکام السلطانیة“ میں باغیوں اور دہشت گردوں کے بارے میں تفصیلی احکام بیان کیے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ باغیوں سے جنگ کی جائے گی تا آنکہ وہ حکومت کے نظم کو تسلیم کر لیں۔ امام ماوردی رحمہ اللہ نے اس امر کا استنباط سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیت نمبر ۹ سے کیا ہے:

”جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ جمالے اور مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کر دے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ انہیں اپنی عمل داری میں آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل حروراء کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اس لیے کہ یہ دو کاموں (جنگ اور مذاکرات) میں سے آسان کام ہے اور اس لیے بھی کہ شاید فتنہ اس سے ختم ہو جائے۔ سو اسی سے آغاز کیا جائے اور جنگ کی ابتداء نہ کی جائے

یہاں تک کہ وہ اس میں پہل کریں۔ پس اگر وہ جنگ میں پہل کرتے ہوئے ہتھیار اٹھالیں تو ان کے ساتھ خوب لڑائی کرو یہاں تک کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور ان کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔^①

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰ھ) نے ”المغنی“ میں ”قتال اہل البغی“ کے

عنوان سے باب باندھا ہے جس میں انہوں نے باغیوں سے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے:

((وَذَهَبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ إِلَىٰ أَنَّهُمْ كُفَّارٌ مَُّرْتَدُونَ، حُكْمُهُمْ حُكْمُ الْمُرْتَدِينَ وَتَبَاحُ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ. فَإِنْ تَحَيَّرُوا فِي مَكَانٍ وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَشَوْكَةٌ، صَارُوا أَهْلُ حَرْبٍ كَسَائِرِ الْكُفَّارِ، وَإِنْ كَانُوا فِي قُبْضَةِ الْإِمَامِ اسْتَبَابَهُمْ كَاسْتَبَابَةِ الْمُرْتَدِينَ. فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا ضُرِبَتْ أَعْنَاقُهُمْ، وَكَانَتْ أَمْوَالُهُمْ فَيْئًا لَا يَرِثُهَا وَرَثَتُهُمُ الْمُسْلِمِينَ.))^②

”محدثین کرام کے ایک طبقہ کے مطابق باغی دہشت گرد کافر اور مرتد ہیں اور ان کا حکم مرتدین جیسا ہوگا، ان کے خون اور مال کو مباح قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ محدود کر لیں اور ان کے پاس قوت اور محفوظ پناہ گاہیں ہوں تو وہ لوگ برسپیکار کفار کی طرح اہل حرب ہو جائیں گے اور اگر وہ حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار میں ہوں تو انہیں توبہ کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اڑادی جائیں گی اور ان کے مال ”مالِ فی“ شمار ہوں گے، ان کے مسلمان ورثاء ان کے وارث نہیں ہوں گے۔“

امام نووی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ”روضۃ الطالبین“ میں لکھا ہے:

① الهدایة آخریں، کتاب السیر، باب البغاة، رقم: ۵۷۳. ② المغنی لابن قدامة: ۴/۹.

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَيَجِبُ قِتَالُ الْبَغَاةِ وَلَا يُكْفَرُونَ بِالْبَغْيِ، وَإِذَا رَجَعَ الْبَاغِي إِلَى الطَّاعَةِ قُبِلَتْ تَوْبَتُهُ وَتَرِكَ قِتَالُهُ، إِجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ رضي الله عنهم عَلَى قِتَالِ الْبَغَاةِ.))^①

”تمام علماء نے کہا ہے: باغیوں کو قتل کرنا واجب ہے اور ان کو بغاوت کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور باغی اگر اطاعت کی طرف رجوع کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کے ساتھ جنگ ترک کر دی جائے گی۔ بغاوت کرنے والوں کے قتل پر تمام صحابہ کرام رضي الله عنهم کا اجماع تھا۔“

امام نووی رحمته الله نے اپنی کتاب ”روضۃ الطالبین“ میں باغی دہشت گردوں کی تکفیر کے حوالے سے جمہور کا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

((وَأَطْلَقَ الْبَغَوِيُّ أَنَّهُمْ إِنْ قَاتَلُوا فَهُمْ فَسَقَةٌ وَأَصْحَابُ بُهْتٍ، فَحُكْمُهُمْ حُكْمُ قَطَّاعِ الطَّرِيقِ. فَهَذَا تَرْتِيبُ الْمَذْهَبِ الْمَنْصُوصِ، وَمَا قَالَهُ الْجُمْهُورُ وَحَكَى الْإِمَامُ فِي تَكْفِيرِ الْخَوَارِجِ وَجْهَيْنِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ نُكْفِرْهُمْ فَلَهُمْ حُكْمُ الْمُرْتَدِّينَ، وَقِيلَ حُكْمُ الْبَغَاةِ. فَإِنْ قُلْنَا كَالْمُرْتَدِّينَ لَمْ تُنْفَذْ أَحْكَامُهُمْ.))^②

”امام بغوی رحمته الله نے علی الاطلاق کہا ہے کہ اگر وہ جنگ کریں تو وہ فاسق اور جھوٹے لوگ ہیں۔ پس ان کا حکم ڈاکوؤں کے حکم کی طرح ہوگا۔ یہ مذہب اور نص کی ترتیب ہے، یہی جمہور نے کہا ہے۔ امام بغوی نے خوارج کی تکفیر میں بیان کیا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہی۔ انہوں نے کہا ہے: اگر ہم ان کو کافر قرار نہ دیں تو ان کے لیے مرتدین کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر باغیوں کا حکم عائد ہوگا۔ پھر اگر ہم انہیں مرتدین کی طرح کہیں تو ان کے احکام نافذ نہیں

② روضۃ الطالبین: ۵۲، ۵۱/۱۰.

① روضۃ الطالبین للنووی: ۵۰/۱۰.

کیے جائیں گے۔“

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ دہشت گردوں کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

((وَالْمَقْصُودُ أَنَّهُمْ سَنُوا فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ سَيِّئَةٍ، وَجَعَلُوا الْخُرُوجَ عَلَى حُكَّامِ الْمُسْلِمِينَ دِينًا عَلَى مَرِّ الزَّمَانِ وَالْأَيَّامِ، رَغْمَ تَحْذِيرِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ فِي أَحَادِيثَ كَثِيرَةٍ، مِنْهَا قَوْلُهُ ﷺ: أَلْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ. وَرَغْمَ أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا مِنْهُمْ، وَإِنَّمَا دُونَ ذَلِكَ مِنْ ظُلْمٍ وَفُجُورٍ وَفَسْقٍ. وَالْيَوْمُ وَالتَّارِيخُ يُعِيدُ نَفْسَهُ كَمَا يَقُولُونَ، فَقَدْ نَبَتَتْ نَابِتَةٌ مِنَ الشَّبَابِ الْمُسْلِمِ لَمْ يَتَفَقَّهْهَا فِي الدِّينِ إِلَّا قَلِيلًا. وَرَأَوْا أَنَّ الْحُكَّامَ لَا يَحْكُمُونَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا قَلِيلًا، فَرَأَوْا الْخُرُوجَ عَلَيْهِمْ دُونَ أَنْ يَسْتَشِيرُوا أَهْلَ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَالْحِكْمَةَ مِنْهُمْ بَلْ رَكِبُوا رُؤُوسَهُمْ أَثْبَارًا وَفَتَنًا عَمِيَاءَ وَسَفَكُوا الدِّمَاءَ فِي مِصْرٍ، وَ سَوْرِيَا، وَالْجَزَائِرِ وَقَبْلَ ذَلِكَ فِتْنَةُ الْحَرَمِ الْمَكِّيِّ فَخَالَفُوا بِذَلِكَ هَذَا الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ الَّذِي جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ سَلَفًا وَخَلْفًا إِلَّا الْخَوَارِجَ.))

”مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اسلام میں بد اعمالیاں شروع کیں اور مرد و زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا اپنا دین بنا لیا، باوجود اس کے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ساری احادیث میں ان دہشت گردوں سے متعلق مسلمانوں کو خبردار کیا ہے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

① سلسلہ الاحادیث الصحیحة للالبانی، المجلد السابع، القسم الثاني: ۱۲۴۰-۱۲۴۳.

حدیث مبارکہ بھی ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے ان سے واضح کفر ظاہر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا مگر ان کا ظلم، فجور اور فسق ظاہر و عیاں ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ پس ان خوارج سے مسلمان نوجوانوں کی ایک نسل پروان چڑھی ہے جو دین کا بہت کم فہم رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں حکمران اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت نہیں کرتے مگر ان میں سے کچھ (احکام نافذ کرتے ہیں)۔ پس وہ اہل علم، فقہاء اور اصحاب حکمت کے مشورہ کے بغیر مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں بلکہ وہ ان کے سروں پر سوار ہو گئے اور نندھا دھند فتنہ پھیلایا۔ انہوں نے مصر، شام اور الجزائر میں خون ریزی کی ہے اور اس سے پہلے حرم مکہ میں بھی فتنہ انگیزی کی۔ پس انہوں نے اس صحیح حدیث کی مخالفت کی جس پر سوائے خوارج کے متقدمین اور متاخرین مسلمانوں کا عمل رہا۔“

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو کہ ان کی آئیٹیل ڈیپ سائٹ www.binbaz.org.sa/mat/1934 پر موجود ہے:

”جب ان سے سوال کیا گیا کہ یہ کلام اصل میں اہل السنّت و الجماعت کے اصولوں میں سے ہے لیکن یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ اہل السنّت و الجماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس فکر کو پست خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ذلت اور خواری ہے۔ یہ بات اس لیے کہی گئی تاکہ وہ نوجوانوں کو دعوت دیں کہ وہ نظام میں تبدیلی کی خاطر تشدد پیدا کریں۔“

اس بات کو رد کرتے ہوئے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((هُذَا غَلَطٌ مِّنْ قَائِلِهِ، وَ قَلَّةٌ فَهَمٌّ؛ لِأَنَّهُمْ مَا فَهَمُوا السُّنَّةَ وَ لَا

عَرَفُوهَا كَمَا يَنْبَغِي ، وَإِنَّمَا تَحْمِلُهُمُ الْحِمَاسَةُ وَالْغَيْرَةُ لِإِزَالَةِ الْمُنْكَرِ عَلَى أَنْ يَقْعُوا فِيَمَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ كَمَا وَقَعَتِ الْخَوَارِجُ ، حَمَلَهُمْ حُبُّ نَصْرِ الْحَقِّ أَوْ الْغَيْرَةِ لِلْحَقِّ ، حَمَلَهُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْ وَقَعُوا فِي الْبَاطِلِ حَتَّى كَفَرُوا الْمُسْلِمِينَ بِالْمَعَاصِي كَمَا فَعَلَتِ الْخَوَارِجُ ، فَالْخَوَارِجُ كَفَرُوا بِالْمَعَاصِي ، وَخَلَدُوا الْعَصَاةَ فِي النَّارِ . ❶

”سوال پوچھنے والے کی یہ غلطی اور کم نہی ہے کیونکہ انہوں نے سنت کو اس طرح نہ سمجھا اور پہچانا جس طرح اس کی معرفت ضروری تھی۔ مگر ان کے جذبات اور غیرت نے انہیں برائی کے خاتمہ کے لیے منکرات پر آمادہ کیا ہے جیسے کہ خوارج نے کیا تھا۔ حق کے لیے مدد کی محبت اور حق کے لیے غیرت نے انہیں اس پر ابھارا لیکن غیرت اور بغاوت میں عدم تفریق کی غلطی نے انہیں گہرائی اور پستی میں گرا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہا جیسا کہ خوارج نے کہا تھا۔ پس خوارج بھی گناہوں کی بنا پر تکفیر کرتے تھے اور گناہ گار کو دائمی جہنمی قرار دیتے تھے۔“

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اہل سنت کا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

((وَالَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ - وَهُوَ الْحَقُّ - أَنَّ الْعَاصِيَ لَا يَكْفُرُ بِمَعْصِيَتِهِ مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهَا فَإِذَا زَنَا لَا يَكْفُرُ ، وَإِذَا سَرَقَ لَا يَكْفُرُ ، وَإِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ لَا يَكْفُرُ ، وَلَكِنْ يَكُونُ عَاصِيًا ضَعِيفَ الْإِيمَانِ فَاسِقًا تُقَامُ عَلَيْهِ الْحُدُودُ ، وَلَا يَكْفُرُ بِذَلِكَ إِلَّا إِذَا اسْتَحَلَّ الْمَعْصِيَةَ وَقَالَ: إِنَّهَا حَلَالٌ . وَمَا قَالَهُ الْخَوَارِجُ فِي هَذَا بَاطِلٌ ، وَتَكْفِيرُهُمْ لِلنَّاسِ بَاطِلٌ ؛ وَلِهَذَا قَالَ فِيهِمْ

النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ يُقَاتِلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ. (۱)

”اور جو (موتف) اہل سنت کا ہے وہی حق ہے۔ وہ یہ ہے کہ گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ان گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو حلال نہ جانے۔ پس جب اس نے زنا کیا تو کافر نہیں ہوا اور جب چوری کی تو کفر کا مرتکب نہیں ہوا اور جب شراب پی تو کفر نہیں کیا بلکہ یہ گناہ گار، کمزور ایمان والا اور فاسق کہلائے گا، اس پر حدود جاری ہوں گی لیکن ان برے اعمال کی وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے اور حلال نہ کہے۔ اس کے بارے میں جو خوارج نے کہا وہ باطل ہے اور ان کا لوگوں کو کافر قرار دینا بھی باطل ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ”یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین کی طرف نہیں پلٹتے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“

آخر میں شیخ عبدالعزیز بن باز جو انوں اور دیگر تمام لوگوں کو خوارج کی تقلید سے منع کرتے ہوئے مذہب اہل سنت و الجماعت پر چلنے کی نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((هُذِهِ حَالُ الْخَوَارِجِ بِسَبَبِ غُلُوهِمْ وَجَهْلِهِمْ وَضَلَالِهِمْ، فَلَا يَلِيقُ بِالشَّبَابِ وَلَا غَيْرِ الشَّبَابِ أَنْ يُقَلِّدُوا الْخَوَارِجَ، بَلْ يَجِبُ أَنْ يَسِيرُوا عَلَى مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى مُقْتَضَى الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ، فَيَقْفُوا مَعَ النُّصُوصِ كَمَا جَاءَتْ، وَ لَيْسَ لَهُمُ الْخُرُوجُ عَلَى السُّلْطَانِ مِنْ أَجْلِ مَعْصِيَةٍ أَوْ مَعْاصِرِ

وَقَعَتْ مِنْهُ، بَلْ عَلَيْهِمُ الْمُنَاصَحَةُ بِالْمُكَاتَبَةِ وَالْمُشَافَهَةِ،
بِالطَّرِيقِ الطَّيِّبَةِ الْحَكِيمَةِ، وَبِالْجِدَالِ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، حَتَّى
يَنْجَحُوا، وَحَتَّى يَقْلُ الشَّرُّ أَوْ يَزُولَ وَيَكْثُرَ الْخَيْرُ.))¹

”خوارج کے یہ حالات ان کے (دین میں) غلو اور ان کی جہالت و گمراہی کی وجہ سے ہی ہوئے تھے۔ اس لیے اب ان نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کے لیے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ خوارج کی تقلید کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ شرعی دلائل کے نقاضوں کے مطابق مذہب اہل السنّت والجماعت پر چلیں تاکہ وہ ان نصوص کے ساتھ وہی موقف اختیار کریں جس کے لیے وہ وارد ہوئی ہیں اور ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حکومت وقت کے خلاف اس کی نافرمانی یا ان غلطیوں کے سبب جو اس سے سرزد ہوئی ہیں مسلح بغاوت کریں بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو لکھ کر یا زبانی طور پر عمدہ حکمت بھرے طریقے اور احسن انداز سے بحث و مباحثہ کے ذریعے نصیحت کریں تاکہ وہ اس میں کامیاب ہوں، برائی کم ہو یا بالکل ختم ہو جائے اور بھلائی زیادہ ہو جائے۔“

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سعودی عرب کے ہی معروف سنی مدرس علامہ صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ”یہاں پر کچھ لوگ کہتے ہیں: اس ملک کی حکومت اور علماء نے جہاد کو معطل کر دیا ہے اور یہ عمل اللہ کے احکام کا انکار ہے۔ سو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟“ اس پر انہوں نے جواب دیا:

((هُذَا كَلَامُ جَاهِلٍ، يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ مَا عِنْدَهُ بَصِيرَةٌ وَلَا عِلْمٌ وَ
إِنَّهُ يَكْفُرُ النَّاسَ، وَ هَذَا رَأْيُ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، نَسَأَلَ اللَّهُ
الْعَافِيَةَ، لَكِنَّ مَا نَسِيَ الظَّنَّ بِهِمْ نَقُولُ هُوَ لَاءِ جُهَالٍ يَجِبُ

عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَعَلَّمُوا قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمُوا إِمَّا إِنْ كَانَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ وَ يَقُولُونَ بِهَذَا الْقَوْلِ، فَهَذَا رَأَى الْخَوَارِجَ وَ أَهْلَ الضَّلَالِ .))^①

”یہ جہالت پر مبنی کلام ہے جو ان لوگوں کی عدم بصیرت اور لاعلمی پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ (مسلمان) لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ (درحقیقت) خوارج اور معتزلہ کی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے عافیت عطا فرمائے لیکن ہم ان کے بارے میں براگمان نہیں رکھتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ جاہل (اور دین کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ) لوگ ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ بات کرنے سے پہلے اس کا (مکمل) علم حاصل کریں اور اگر علم ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسی بات کہیں تو یہ خوارج اور گمراہ لوگوں کی رائے ہے۔“

اسی طرح جب علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا خوارج کی سوچ اور فکر رکھنے والے لوگ موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

((سُبْحَانَ اللَّهِ، وَ هَذَا الْمَوْجُودُ، أَلَيْسَ هُوَ فِعْلُ الْخَوَارِجِ، وَ هُوَ تَكْفِيرُ الْمُسْلِمِينَ، وَ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ قَتْلُ الْمُسْلِمِينَ وَ الْإِعْتِدَاءُ عَلَيْهِمْ، هَذَا مَذْهَبُ الْخَوَارِجِ . وَ هُوَ يَتَكَوَّنُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: أَوَّلًا: تَكْفِيرُ الْمُسْلِمِينَ . ثَانِيًا: الْخُرُوجُ عَنِ طَاعَةِ وَ لِي الْأَمْرِ . ثَالِثًا: اسْتِبَاحَةُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ . هَذِهِ مِنْ مَذْهَبِ الْخَوَارِجِ، حَتَّى لَوْ اعْتَقَدَ بِقَلْبِهِ وَ لَا تَكَلَّمَ وَ لَا عَمِلَ شَيْئًا، صَارَ خَارِجِيًّا فِي عَقِيدَتِهِ وَ رَأْيِهِ الَّذِي مَا أَفْصَحُ عَنْهُ .))^②

”سبحان اللہ! کیا یہ موجودہ فکر و عمل خوارج کا فعل نہیں ہے؟ مسلمانوں کو کافر قرار

① الجهاد و ضوابط الشرعية لفوزان : ٤٩ .

② الفتاوى الشرعية في القضايا العصرية لفهد الحصين .

دینا اور اس سے بھی شدید تر یہ کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور انہیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا، یہ خوارج کا مذہب ہی تو ہے جو ان تین عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

(۱) مسلمانوں کو کافر قرار دینا (۲) حکومت و وقت کے نظم اور حاکمیت کو مسلح بغاوت کے ذریعے چیلنج کرنا (۳) مسلمانوں کے خون کو جائز و حلال قرار دینا

”یہ خوارج کا مذہب ہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس پر صرف دل سے ہی عقیدہ رکھے اور قول و عمل سے اس کا اظہار نہ بھی کرے تو بھی وہ اپنے اس عقیدہ اور رائے کے اعتبار سے خارجی ہو گیا۔“

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ہر صاحب عقل و فہم اس بات سے آگاہ ہے کہ وطن عزیز میں جہاد کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ مفتی سید نذیر حسین دہلوی کے فتاویٰ نذیریہ سے ایک مثال درج کی جا رہی ہے، جس میں انہوں نے جہاد سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جہاد کی شرائط بیان کی ہیں:

مفتی نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں گی جہاد نہ ہوگا۔“

اول: یہ کہ مسلمانوں کا کوئی امام وقت و سردار ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ایک نبی کا انبیاء سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی امت نے کہا کہ ہمارا کوئی سردار اور امام وقت ہو تو ہم جہاد کریں:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ إِنَّهُمُ ابْعَثُوا

لَنَا مَلِكًا لَّنَقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (البقرة: ۲۴۶)

”(اے حبیب!) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے نہیں کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی۔ کما لا یخفی اور شرائع من قبلنا جب تک اس کی ممانعت ہماری شرع میں نہ ہو، حجت ہے کما لا یخفی علی الماہر بالاصول، اور حدیث میں آیا ہے کہ امام ڈھال ہے اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیے اور اس کے ذریعہ سے بچنا چاہیے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهِ وَيُنْتَقَى بِهِ. الْحَدِيثُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ))^①

”بے شک امام تو ڈھال کی طرح ہے کہ اس کے پیچھے لڑتے ہیں اور اس کی پناہ لیتے ہیں۔“

اس سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کر کرنا چاہیے، بغیر امام کے نہیں۔

دوم:..... اسباب لڑائی کا مثل مہیا ہوں جس سے کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ﴾ (الانفال: ۶۰)

”اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لیے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے سے تاکہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اپنے دشمنوں کو۔“

((قَالَ الْإِمَامُ الْبَغَوِيُّ فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْآيَةِ الْأَعْدَادُ اتَّخَذَ الشَّيْءُ بِوَقْتِ الْحَاجَةِ مِنْ قُوَّةٍ أَى مِنَ الْأَلَاتِ الَّتِي تَكُونُ لَكُمْ

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام و یتقی بہ، رقم: ۲۷۹۷۔

صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامام حنة یقاتل من ورائه و یتقی بہ، رقم: ۱۸۴۱۔

قُوَّةٌ عَلَيْهِمْ مِنَ الْخَيْلِ وَالسَّلَاحِ ، اِنْتَهَى))

یعنی قوت کے معنی ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہیں، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذُوا حُرُكُمُ فَإِنْفِرُوا ثَبَاتٍ إِوَانْفِرُوا جَمِيعًا ۝۶۰﴾

(النساء: ۷۱)

”اے ایمان والو! لو اپنا بچاؤ پکڑو پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے۔“

((قَالَ الْحَافِظُ مُحْيِي السُّنَّةِ فِي تَفْسِيرِهِ تَحْتَ هَذِهِ الْآيَةِ أَيُّ

عِدَّتِكُمْ وَالْاِتِّكُمُ مِنَ السَّلَاحِ ، اِنْتَهَى))

یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور حدیثوں

سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کرے گا۔

سوم: مسلمانوں کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو کہ ان کا ماویٰ و ملجا ہو۔ چنانچہ

قرآن کے لفظ مِنْ قُوَّةٍ کی تفسیر عکرمہ نے قلعہ کی ہے:

((قَالَ سَكْرَمَةُ الْقُوَّةُ الْحُصُونُ اِنْتَهَى مَا فِي مَعَالِمِ التَّنْزِيلِ

لِلْبَعْوَى))

اور حضرت (محمد ﷺ) نے جب تک مدینہ میں ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا

جہاد فرض نہ ہوا۔ یہ صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔

چہارم: مسلمانوں کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ میں مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے

لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ اَلَّذِينَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكَ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِن يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ

صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ؕ وَإِن يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۶۶﴾ (الأنفال: ۶۶)

”اے نبی! بوجھ ہلکا کیا، اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر ہو تم

بیس سے سو صابر غالب رہیں گے دوسو پر، اور اگر ہوں تم سے ایک ہزار، غالب

ہوں رو ہزار پر حکم سے اللہ کے، اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔“
یہ آیت صاف کہتی ہے کہ اپنے سے دگنے سے مقابلہ ہو دگنے سے زیادہ سے نہیں۔ میں جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں، اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے تو کیونکر جہاد ہوگا۔
جواب کے آخر میں مفتی نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بطور ثبوت صحیحین کی یہ

احادیث بیان کی ہیں:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ . رواه الشيخان))

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قتل عام اور فساد انگیزی کرنے والے ہر شخص کے لیے روز قیامت ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔“ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے۔“
((عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هَذِهِ عُذْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ . رواه الشيخان))^①

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فساد انگیزی کرنے والے کے لیے روز قیامت ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی فساد انگیزی (کا نشان) ہے۔“ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے۔

مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ کا خطبہ حج کے موقع پر فتویٰ:

زمین پر فساد پھیلنے والے اور انسان کے دشمن ہیں۔ ناحق خون بہانے والے جہنمی ہیں.....
کسی انسان کا ناحق خون کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اسلام دہشت گردی کی ہرگز

① فتاویٰ نذیریہ: ۲۸۲/۳-۲۸۵

اجازت نہیں دیتا۔ آج دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی کی اسلام مذمت کرتا ہے اور مسلمانوں کو امن پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے..... ہم آج لاتعداد مشکلات اور مصائب کا شکار ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی دینی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے، ہمارے اعمال میں خلوص نیت نہ رہی اور ہماری زندگیوں سے امن و امان اور ایمان ختم ہو گیا۔ ہم نے اپنے تعلیمی نظام کو بھی خراب کر لیا اور نصاب میں ایسی چیزیں شامل کر لیں جس کی شریعت میں کوئی جگہ نہیں تھی جس کی وجہ سے ہم لبرل ازم اور الہاد کی جانب گامزن ہو گئے..... شیخ عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ نے خطبہ حج دیتے ہوئے کہا کہ اسلام میں کسی کا ناحق قتل کرنا منع ہے۔ مسلمان وہی بہتر ہے جس سے معاشرے کے تمام افراد مستفید ہوں اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں اور ان کے لیے سخت سزائیں مقرر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کسی بھی قسم کی دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا، فساد پھیلانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف حدود اور سزائیں مقرر کی ہیں۔ ❶

پاکستان ایکسپریس ہفت روزہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۳ء نیویارک میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ نے خطبہ حج میں ارشاد فرمایا کہ اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں۔

اسلام امن پسند اور امن کی بات کرتا ہے اور دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ اسلام میں کسی کو ناحق قتل کرنا منع ہے۔ مسلمانوں کو امن پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

اور مزید اردو ٹائمز ہفت روزہ نیویارک ۱۱ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے خطبہ حج میں فرمایا ہے کہ انسان کا ناحق خون بہانے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسلام نے امن کی تعلیم دی ہے اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔

روزنامہ جنگ منگل ۹ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ (۱۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء) میں مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز

❶ روزنامہ جنگ منگل ۹ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ (۱۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

آل شیخ حفظہ اللہ خطبہ حج دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ ناحق خون بہانے والے جہنمی ہیں۔ زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں۔

خلاصہ بحث

قرآن و سنت، ائمہ حدیث اور ائمہ عقائد و فقہ کی تصریحات، تشریحات اور فتاویٰ و تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ باغی، سرکش اور دہشت گرد وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت بھی ہو۔ وہ لوگ ریاست کی حاکمیت اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کریں اور کھلے عام اسلحہ لہرا کر ریاست کے خلاف اعلان جنگ کریں۔ اس سے قطع نظر کہ ان کی یہ مسلح جدوجہد اور بغاوت عدل و انصاف پر مبنی حکومت کے خلاف ہے یا فسق و فجور کی حامل حکومت کے خلاف۔ خواہ ان کی جدوجہد کسی ام دین سے متعلق تاویل پر مبنی ہے یا کسی دنیوی غرض کی خاطر، بہر صورت ایسے تمام لوگ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ جب تک وہ مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے رکھیں، حکومت ان کے خلاف جنگی اقدام جاری رکھے تا آنکہ وہ ہتھیار پھینک کر ریاست کی حاکمیت کے تابع ہو جائیں اور اپنا دہشت گردانہ طرز عمل مکمل طور پر ختم کر کے پر امن شہری بن جائیں اور اپنے جائز مطالبات پر امن، جمہوری اور قانونی طریقے سے پورا کروانے کے حامی ہو جائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

www.KitaboSunnat.com

یادداشت

مطبوعات ادارہ

- ہم پر نبی کریم ﷺ کے حقوق
- مستنون وظائف و اذکار اور شرعی طریقہ علاج
- خوف الہی سے بچنے والے آنسو
- تو بگر کیسے؟ (حقیقت، فضائل، شروط اور طریقہ کار)
- شرک کے چور دروازے
- نماز مصطفیٰ ﷺ
- خواہ تین اسلام کے لیے نبی رحمت ﷺ کی 500 نصیحتیں
- منہج سلف صالحین
- شان مصطفیٰ ﷺ
- ریا کاری کی ہلاکتیں
- محبت، کیوں، کس سے اور کیسے
- علم اور تقویٰ
- صحیح فضائل اعمال
- اللہ عزوجل کی پہچان
- عقیدہ اہل سنت والجماعت
- ایمان اور عمل صالح
- سنت نبوی ﷺ اور ہم
- شان صحابہ بزرگان مصطفیٰ ﷺ
- اولیا باللہ کی پہچان
- اسلام کا نظام حقوق و فرائض
- اسلام کا نظام اخلاق و ادب
- میں نماز کیوں پڑھوں؟
- تعلق باللہ (اسباب، ذرائع اور ثمرات)
- میں رفیع المیدین کیوں کروں؟
- نیکی اور برائی
- گناہ اور توبہ
- اسلام مصطفیٰ ﷺ
- پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز تراویح
- کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) سے محبت اور اس کے تقاضے
- پیارے رسول کے پیارے اذکار (مع فتح سورۃ)
- دنیا اور آخرت کی حقیقت
- شان اہل بیت علیہم السلام
- تقلید ائمہ اربعہ کی نظر میں
- دین اسلام اور بدعت
- زندگی گزارنے کے سنہرے اصول
- اسلام میں عورت کا مقام



انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی افضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون 042-37357587